This PDF Download from Madaarimedia.Com

अंक 10

شمارہ نمبر ۱۰

صوفی ازم اور علم وادب کا بے باک ترجمان

RAHBARE NOOR

QUARTERLY URDU

वर्ष 03

جلد نمبر ۳

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

سہ ماہی رہبر نور

مکنپور شریف

سلسلہ اشاعت کا تیسرا سال

Rs. 50-/

JULY,AUGUST,SEPTEMBER-2022 /// ذی الحجہ، محرم، صفر، ۱۴۴۳ھ

☆ طواف استفادہ۔ روضہ قطب المدار کے طواف کا شرعی حکم

☆ شاہ است حسین بادشاہ است حسین

☆ اک شمع بجھ گئی تو دیئے کتنے جل پڑے۔ محبت اہل بیت پر ایک نظر

☆ ایک تاریخ ساز ادبی شخصیت۔ جس نے اردو شاعری کو ایک نئی راہ دی

☆ مخدوم سید جہانگیر اشرف سمنانی اور لطائف اشرفی (ایک تاریخی جائزہ)

☆ قطب کوکن حضرت حضوری شاہؒ۔ "ایک تابناک تاریخ"

چیف ایڈیٹر ابوالمشرب سید مقتدا حسین جعفری دار النور مکن پور شریف کانپور (انڈیا)

MADAARI MEDIA

The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح

سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں

سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات

سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جائیے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

Www.MadaariMedia.Com

مداریہ کتب خانہ

واٹسپ گروپ

بفیض روحانی۔ شہنشاہ ولایت سیّد بدیع الدّین احمد قطب المدار مدار العالمین رضی اللہ عنہ

بیادگار: الحاج ڈاکٹر سیّد مرتضیٰ حسین رہبرؔ و الحاجہ سیّدہ نور النہار فاطمہ علیہما الرحمۃ والرضوان

سہ ماہی
رہبر نور
مکن پور شریف

ذی الحجہ، محرم، صفر ۱۴۴۴ھ
July, August. September
2022

QUARTERLY
RAHBARE NOOR
URDU

مجلس کرم نواز

الحاج ڈاکٹر سید مرغوب عالم طیفوری مداری، الحاج سید عظیم الباقی ارغونی مداری، الحاج مولانا سید نور الاخیار بدیعی حلبی، الحاج قاری سید محضر علی وقاری مداری، الحاج مولانا سید مجیب الباقی ارغونی مداری، صوفی سید مسرت حسین فنصوری، الحاج سید اختیار احمد ارغونی مداری، خواجہ سید مصباح المراد ارغونی مداری، مولانا سید شہرت حسین ارغونی مداری، ڈاکٹر سید انتخاب عالم مرغوبی مداری،

مجلس مشاورت

مولانا سیّد انتخاب عالم ارغونی
مولانا سیّد محمد توثیق فنصوری
سیّد موجود عالم محبوبی مداری
مولانا سیّد اظہر علی منظری وقاری
الحاج سید سید الانوار طیفوری مداری
مولانا سیّد ظفر مجیب ارغونی
مفتی ابو الحماد محمد اسرافیل حیدری
مفتی الشاہ غلام یحیٰی مصباحی وقاری بلرام پور
مفتی خوشنود خاں مشربی مداری بریلی
مفتی شاہد رضا مشربی مداری بریلی
و عزت مآب مشائخ مکن پور شریف

مجلس ادارت

چیف ایڈیٹر
ابو المشرب سیّد مقتدا حسین جعفری

مینیجنگ ایڈیٹر
ڈاکٹر سیّد اقتدا حسین جعفری عامرؔ

ایڈیٹر
مفتی سیّد نثار حسین جعفری مداری

جوائنٹ ایڈیٹر
مولانا سیّد ازبر علی مداری

سرکلیشن مینیجر
سیّد شعب غازی مداری
و
سیّد قمر حسین جعفری

OWNER
PRINTER &
PUBLISHER
MUQTIDA HUSAIN
JAFRI
BY PRINTED -
INSHA PRINTERS
91/4 HIRA MAN
PURWA, KANPUR
&
PUBLISHED
FROM-VILL.
&
POST. MAKANPUR
KANPUR

स्वामी, प्रकाशक एवं मुद्रक- मुक़तिदा हुसैन जाफ़री ने इंशा प्रिन्टर्स 91/4- हीरामन पुरवा कानपुर से छपवाकर सम्पादक- मुक़तिदा हुसैन जाफ़री ने कार्यालय रहबरे नूर मकनपुर शरीफ कानपुर से जारी किया।

ALL DISPUTED MATER IN VALID KANPUR JURISDICTION

ایڈیٹر، پبلشر و پرنٹر مقتدا حسین جعفری نے انشاء پرنٹرس 91/4 ہیرامن کا پوروہ، کانپور سے چھپوا کر دفتر رہبر نور مکن پور شریف سے جاری کیا۔

رسالہ میں شائع ہونے والے مضامین آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گے لیکن مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق رائے ہونا ضروری نہیں ہے

This PDF Download from Madaarimedia.Com

اس شمارے میں

نمبر شمار	مضامین	تحریر	صفحہ نمبر
1	اداریہ	چیف ایڈیٹر	3
2	**قرآن پاک کا نزول** اسلامی تاریخ کے آئینہ میں	مولانا احتشام الحق	4
3	دعا عبادت کا مغز ہے پیام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم	سید صلاح الدین	7
4	خون میں ڈوبے ہوئے نظارے		9
5	امام حسین علیہ السلام نے قربانی کی تاریخ کو اپنے پاکیزہ لہو سے مرتب کیا		14
6	دلائل وبراہین سے لبریز ایک جامع تحقیق روضہ قطب المدار رضی اللہ عنہ کے طواف کا شرعی حکم	از۔ مفتی محمد اسرافیل حیدری	18
7	نگاہ ابوالوقار	از ڈاکٹر منظور احمد خاں صاحب منظر	34
8	**منفرد قطعات** بحضور عارف باللہ قطب عالم سید کلب علی رحمۃ اللہ علیہ		39
9	**نذرانۂ عقیدت** بحضور عارف باللہ قطب عالم سید کلب علی رحمۃ اللہ علیہ	منزل بلرام پوری	40
10	شاہ است حسین بادشاہ است حسین علیہ السلام	آل احمد رضوی	41
11	غم حسین علیہ السلام اور ہم	ڈاکٹر آئی۔ ایچ۔ جعفری عامر	43
12	تجدید اور مجدد	از۔ مولانا محمد ہاشم مصباحی بدیعی	45
13	مجدد کی شان تجدید اور مقبولیت:		53
14	کتاب الوقف (82) امام باڑہ اور امام چوک اوقاف میں سے ہے / امام باڑہ توڑ کر مسجد میں شامل کرنا خلاف شریعت اور توہین حسینیت ہے۔	فقیر مداری محمد خوشنود خان عفی عنہ صدر المدرسین مدرسہ مدار العلوم وندہ پور بریلی وناظم اعلیٰ دار الافتا مداریہ	61

This PDF Download from Madaarimedia.Com

اداریہ

"تو رازِ کُن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا"

آؤ ہم فضا میں پرواز کرنے سے پہلے اُڑان کا ڈھنگ سیکھ لیں

بلا شبہ آج ہم علوم وفنون کے رموز ونکات، شعور و دانش وری، اور تحقیقات کی باریک بین صلاحیتوں سے بہرہ بر ہیں، یا یوں کہا جائے کہ آج ہماری قوم کی مفکرانہ نظر اور علمی بیداری معراج کمال پر ہے تو غلط نہ ہوگا۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم نے ہر علم کے میدان میں کامیابیوں کے گھوڑے دوڑائے ہیں اور دنیا ہمارے علمی نظریات سے متاثر دکھائی دیتی ہے۔

مگر کیا کبھی ہم نے غور کیا ہے کہ ہمارے علمی نظریات، عالمانہ طرز عمل اور مفکرانہ انداز گفتگو بھی سماج پر اثر انداز کیوں نہیں ہوتے ہیں۔ ہم جتنا معاشرے اور سماج کی اصلاح کا کام کرتے جارہے ہیں، ماحول اور لوگوں کے طرز زندگی میں اور برائیاں بڑھتی جارہی ہیں۔ لوگ ہماری باتوں کو غور سے سنتے تو ضرور ہیں لیکن ان سے سبق حاصل کرنے کے بجائے اپنی ہی دُھن میں مگن رہتے ہیں۔

دراصل ہمارے پاس کہنے کیلئے تو اچھی اچھی باتیں اور نصیحت کیلئے زبان کی حلاوت اور جملوں کی چاشنی تو موجود ہے مگر ہم خود نیک عمل، اچھے کردار، اور اخلاص ومحبت سے بالکل خالی ہیں۔ جب تک ہمارا مخلصانہ جذبہ، بے لوث طرز عمل اور پاکیزہ کردار لوگوں کے سامنے نہیں ہوگا ہم سماج اور معاشرے کی حقیقی اصلاح نہیں کر پائیں گے۔

اس لئے اپنے ذہن وفکر کو عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سانچے میں ڈھال کر دنیا کے سامنے اپنے پاکیزہ کردار کو پیش کرو، دنیا تمہارے نظریات کو سلام کرے گی۔ محبت اہل بیت ہی ایک ایسا سرمایۂ کمال ہے جس سے دنیا و آخرت کی نعمتوں کو خریدا جاسکتا ہے۔ جس کا سینہ عشق اہل بیت کا گنجینہ ہے اس سے بڑا سرمایہ دار کوئی نہیں ہے۔

چیف ایڈیٹر

قرآن پاک کا نزول

اسلامی تاریخ کے آئینہ میں

مولانا احتشام الحق

اس پوری کائنات میں ہر چیز کی بقا کا کوئی نہ کوئی نظام مقرر ہے، اسی طرح انسان کی بقا کے لیے بھی نظام اور کوئی آئین لازمی اور ضروری ہے۔ اس کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔

ایک یہ کہ انسان اپنی انفرادی اور اجتماعی حیات وبقاء کے لیے کوئی قانون و آئین خود ہی مرتب کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی غیر انسانی طاقت وہستی انسان کی ضرورت کو پورا کرے۔

انسانی عقل وشعور اور تاریخ وتجربات اس بات کے شاہد ہیں کہ انسان کا خودساختہ کوئی بھی نظام مرتب نہیں ہوسکا۔ جس میں تمام افراد وطبقات کا یکساں اور عادلانہ نظام رکھا گیا ہو اور افراط وتفریط سے پاک ہو اور ہر دور میں اور ہر علاقے میں یا ہر قوم اور ہر گروہ میں لائق عمل اور قابل قبول ہو۔ اس لیے کسی بھی دور کے اور کسی بھی علاقے کے تمام اہل وعقل وشعور یکجا ہو کر بھی انسان کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کے لیے اور زندگی کے مختلف شعبوں کے لیے کوئی آئینی نظام مرتب بھی کریں تب بھی ظاہر ہے کہ وہ اپنی معلومات وتجربات کے پیش نظر ہی ایسا کرسکتے ہیں اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ ان معلومات وتجربات کا تعلق صرف عہد ماضی اور زمانہ حال سے ہی ہوسکتا ہے۔ مستقبل میں پیش آنے والی ضروریات اور احوال وکوائف سے بے خبر ہوں گے اور ان کا لحاظ رکھنا کسی بھی انسان کے خود ساختہ نظامِ حیات میں ممکن نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں ہر قوم اور ہر گروہ کے بلکہ ہر فرد اور ہر شخص کے جذبات وخیالات یکساں اور معتدل نہیں ہوتے، لہٰذا نظامِ حیات کی ترتیب میں یقیناً ان لوگوں کے جذبات واحساسات اور افکار وخیالات کا اثر انداز ہونا لازمی امر ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی کسی طبقے اور کسی گروہ نے کوئی نظامِ حیات مرتب کیا ہے تو اس نے اپنے مخصوص ذہنی رجحانات کو مرکزی حیثیت دی ہے اور اپنے مرتب کردہ نظام وآئین کو اپنے ہی احساسات کا مظہر بنایا ہے۔

عہد ماضی کو چھوڑ دینے کے بعد زمانہ حال میں مختلف اقوام اور مختلف گروہ نے جتنے بھی آئین حکومت اور قوانینِ زندگی ترتیب دے رکھے ہیں، ان میں سے کوئی آئین بھی اور کوئی قانون بھی ایسا نہیں ہے جس کو عادلانہ اور غیر جانب دارانہ قرار دیا جاسکے خواہ اس کا تعلق، زندگی کے کسی ایک یا چند شعبوں سے ہی کیوں نہ ہو۔

یہ تاریخی اور واقعاتی شہادت اس فیصلے کو ناقابل تردید

اور نا قابل انکار بنا دیتی ہے کہ انسان کا اپنا بنایا ہوا کوئی بھی نظام مکمل، جامع اور منصفانہ و عادلانہ نہیں ہوسکتا اور انسان کی اس لازمی ضرورت کی تکمیل کوئی ایسی ہی طاقت اور ہستی ہی کرسکتی ہے۔ جس کا علم زمانۂ ماضی وحال اور مستقبل کی قیود اور احاطوں سے بالاتر ہو اور تمام انسانوں کی ضروریات اور تمام ادوار کے حالات وواقعات پر اس کا عمل محیط ہو نیز یہ کہ وہ ذات وہستی غیر عادلانہ انسانی

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد میں جو حضرات پیغمبر بنائے گئے وہ انہی صحیفوں اور شریعت ابراہیم کے مبلغ بنا کر مختلف قوموں کی طرف بھیجے گئے۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا دور آیا اور بنی اسرائیل کی طرف ان کو رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا گیا اور ایک لکھی لکھائی کتاب توریت شریف ان کو عطا کی گئی۔ پھر اسی نسل میں اور انبیائے کرام آتے رہے جو توریت ہی کے مبلغ تھے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیا گیا اور اللہ نے اپنی طرف سے ان کو ایک کتاب انجیل مقدس عطا کی اور سب سے آخر میں نبی آخر الزماں خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلسلۂ انبیاء ورسل کا سرخیل اور تمام سابقہ بنیادی تعلیمات خداوندی اور ہدایت الٰہی کا جامع بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ کو ایسی ہی جامع کتاب مقدس کتاب قرآن کریم عطا فرمائی۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی صرف وہ پیغمبر ہیں جو تمام انسانوں کے لیے اللہ کے رسول بنا کر بھیجے گئے۔ اس طرح قرآن کریم جو اللہ کی آخری کتاب ہے تمام انسانوں اور تمام ادوار کے لیے ایک مکمل اور جامع کتاب الٰہی ہے جو انسانوں کے ہر گروہ، ہر قوم اور ہر طبقہ کے لیے عادلانہ نظام حیات پیش کرتی ہے۔

یوں تو آسمانی کتابوں کے نزول کے لیے کسی خاص زمانہ کی اور خاص مہینے کی بظاہر کوئی قید نہیں ہے جذبات واحساسات سے پاک اور بالاتر ہو۔

انہی وجوہات کی بنا پر خالق کائنات نے انسان کی اِس بنیادی ضرورت کی تکمیل خود اپنے ذمہ لی اور نسل انسان کے آغاز ہی سے اس کو اپنی طرف سے تقاضہ احوال کے مطابق کوئی نہ کوئی نظامِ حیات عطا فرمایا۔ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے اس سلسلہ کی ابتدا ہوئی اور تاریخی طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اختتام ہوا۔

نزوال صحائف کی تاریخ

سب سے پہلے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو آسمانی اور خداوندی ہدایات دی گئیں۔ اس کے بعد آنے والے مختلف اور بہت سے رسولوں اور پیغمبروں کو منجانب اللہ صحیفے عطا کئے جاتے رہے تا کہ آں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو مابعد کے ادوار کے لیے ایک مرکزی رسول بنایا گیا اور ان کو بھی صحیفے عطا کیے گئے جو سابقہ صحیفوں سے زیادہ جامع اور مکمل تھے۔ تاہم ماہ رمضان المبارک کو آسمانی کتابوں کے نزول سے خاص نسبت حاصل ہے اور مشہور آسمانی کتابیں اور صحیفے اسی مہینے میں عطا کیے گئے۔ چنانچہ علامہ محمد بن جوہر طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر رمضان المبارک کی پہلی شب میں صحیفے نازل کیے گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر رمضان کی ٦ تاریخ کو توریت نازل ہوئی اور کوہِ طور پر ان کو عطا کی گئی۔ حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام پر ١٢ رمضان شریف کو زبور نازل ہوئی۔ ١٨ رمضان المبارک کو انجیل اور رمضان المبارک میں ٢٤ ویں

شب کو قرآن نازل کیا گیا۔ خود قرآن کریم میں جو بات فرمائی گئی ہے وہ یہ کہ قرآن کریم رمضان شریف میں شب قدر میں نازل کیا گیا مگر اس کے نزول سے مراد بعض روایات کے پیش نظر وہ نزول ہے جو لوحِ محفوظ سے آسمانی دنیا پر نازل کیا گیا تھا۔ ورنہ قرآن کریم کا نزول یکبارگی نہیں ہوا ہے۔ بخلاف سابقہ آسمانی اور صحیفوں کے ان کا نزول مجموعی طور پر یکبارگی ہوا ہے۔

قرآن حکیم کے نزول میں حق تعالیٰ نے یہ طرز اختیار فرمایا کہ تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت، حسب حالات اور حسب مواقع نازل کیا گیا۔ بظاہر اس میں ایک حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کریم چونکہ اللہ کی آخری کتاب ہے جس کے تحفظ اور جس کی تشریح و بیان جس کے مطالب کی ضروری وضاحت حق تعالیٰ نے اپنی ذمہ داریوں کو بھی بیان فرمایا نیز یہ کہ حسب موقعہ ہدایات خداوندی اور آیات الٰہی ذہن نشیں بھی زیادہ ہوتی تھیں۔

پھر جس طرح کتب الٰہیہ اور صحف سماویہ کا عطا کیا جانا رسولوں کی خصوصیت ہے۔ اسی طرح تشریح وحی خداوندی کی آمد بھی خصوصیات انبیا میں سے ہے۔ سابقہ کتب اور صحیفوں کی حیثیت چونکہ وقتی، علاقائی یا مخصوص نسلوں کے لیے ہدایات الٰہی کی تھی۔ اس لیے ان کے تحفظ کا اہتمام منجانب اللہ نہیں کیا گیا۔ لیکن چونکہ قرآن حکیم سابقہ صحیفوں کی طرح محدود خداوندی ہدایت نامہ نہیں ہے بلکہ پوری نوع انسانی اور تمام ادوار کے لیے جامع کتاب الٰہی ہے اس لیے اس کے نزول میں بھی ایسا طریقہ اختیار کیا گیا جو عملی طور پر سہل بھی ہو اور واقعات کی تصویر کے ساتھ ذہن نشین بھی خوب اچھی طرح ہو سکے۔ نیز سابقہ کتب الٰہیہ صحف سماویہ اور قرآن کریم کے نزول میں ایک فرق یہ بھی رہا کہ سابقہ کتاب لکھی ہوئی مجموعی طور پر ایک دفعہ میں متعلقہ پیغمبروں کو عطا کردی گئیں اور قرآن کریم کو پورا کا پورا وحی کے ذریعے نازل کیا گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اللہ کی طرف سے وحیاں آئیں وہ دو طرح کی تھیں۔ ایک وہ جو نزول قرآن سے متعلق تھیں اور دن کے ذریعہ قرآن حکیم نازل کیا جاتا تھا اور دوسری وحیاں جو موقع بہ موقع اور حسب ضرورت پیش آنے والے واقعات سے متعلق تھیں۔

پس قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا ایک جامع ہدایت نامہ اور انسان کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کی ہر موقع پر اور ہر دور میں اور ہر نسل کی رہنمائی کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کا ایک عملی پیکر تھے اور آپ کی پوری زندگی آپ کا ہر قول اور ہر عمل وحی الٰہی کی رہنمائی میں قرآن کریم کی تشریح و تفسیر تھی، گویا اصطلاحی طور پر وحی کی دو قسمیں ہیں ایک وحی متلو (تلاوت کی جانے والی وحی) دوسری وحی غیر متلو (نہ تلاوت کرنے والی وحی) وحی غیر مطلوع کے ذریعہ وحی متلو کی تشریح و تفسیر کی گئی ہے جس کو حدیث کہا جاتا ہے۔

☆☆☆

چراغ دین

رخصت ہے باغباں کی گلستاں اداس ہے
جاتی ہے دھوپ مہر درخشاں اداس ہے
مٹتی ہے چاندنی مہہ تاباں اداس ہے
تسبیح ہند ہوتی ہے سبحاں اداس ہے
غم بار آندھیوں سے ہے بجھتا چراغ دیں
ایسا چراغ بجھ کے جو دیگا سراغ دیں

عترت حسین عاشقی مرحوم

دعا عبادت کا مغز ہے

پیام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

سید صلاح الدین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں رونق افروز تھے اور اصحابؓ کا ہجوم تھا کہ ایک شخص نے دعا کی اہمیت اور فضیلت دریافت کی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "دعا عبادت کا مغز ہے، اللہ جل شانہ کے نزدیک دعا سے زیادہ باعظمت اور کوئی چیز نہیں، ہر نبی کی ایک مخصوص دعا قبول کی جاتی ہے اور ہر نبی نے اپنے مخصوص دعا کے مانگنے میں جلدی کی ہے مگر میں نے اپنی دعا کو چھپا رکھا ہے قیامت کے دن اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے اور میری یہ دعا پہنچنے والی ہے اس امتی کو جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ (مسلم)

روایت ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی اثر آفریں تقریر سے شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں کے دل اس طرح ہل جاتے تھے جس طرح پھولوں کی پنکھڑیاں باد نسیم کی خاموش حرکت سے ہل جاتی ہیں، شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی فضیلت اور اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، بے شک بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے جب تک وہ گناہ کی دعا نہیں مانگتا اور جب تک وہ جلدی نہیں کرتا ہے، لوگوں نے دریافت کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا، جلدی سے یہ مطلب ہے کہ دعا مانگنے والا یہ کہے میں نے دعا مانگی لیکن وہ قبول نہیں کی گئی اور اس کے بعد وہ مایوس ہو کر بیٹھ جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے۔ اس کے بعد فرمایا جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو اس طرح نہ مانگے کہ اے اللہ بخش دے مجھے اگر تو چاہے اور اے اللہ مجھ پر رحم فرما اگر تو چاہے اور اے اللہ مجھے رزق دے اگر تو چاہے۔ دعا مانگنے کا یہ طریقہ غلط ہے۔ جب تم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے تو یقین کامل اور عزم کے ساتھ مانگے، گریہ وزاری کے ساتھ مانگے، اس لئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ جو کچھ فرماتا ہے اس کا عطا کرنا اس کے لئے دشوار نہیں ہے، صرف وہ بندے کی آزمائش کرتا ہے اور جو اس کی آزمائش میں پورا اترتا ہے، پھر دنیا جہاں کی نعمتیں اس کی ٹھوکروں میں ہوتی ہیں۔

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے سوال کرنے پر فرمایا۔ بددعا نہ کرو نہ ہی اولاد اور مال کے لئے، کیونکہ ممکن ہے کہ بددعا کی ساعت وہی ساعت ہو جو قبولیتِ دعا کے لئے ہے اور ایسا نہ ہو کہ تمہاری بددعا بھی قبول کر لی جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، دعا عبادت ہے اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھی: "وَقَا

"لَ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" اور تمہارے رب نے کہا مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا، اس کے بعد فرمایا، اللہ تعالیٰ سے فضل کو مانگو کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ مانگنے کو بہت پسند فرماتا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا حق تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے پھر فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ سختی کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے اسے چاہئے کہ وہ فراخی، خوشحالی اور آسودگی کے وقت میں کثرت سے دعا مانگے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اس امر کا یقین کر کے کہ وہ ضرور قبول فرمائے گا اور اس بات کو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل قلب کی دعا کو قبول نہیں کرتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سوال کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تمہارا پروردگار بہت حیادار ہے، بغیر مانگے دینے والا ہے، اور حیا کرتا ہے اپنے بندے سے جبکہ وہ ہاتھ اٹھا کر التجا پیش کرتا ہے کہ خالی پھیر دے ان ہاتھوں کو، اس کے بعد فرمایا تین آدمیوں کی جعا رد نہیں ہوتی، یعنی ضرور قبول کی جاتی ہے۔ ایک تو روزہ دار کی دعا اس وقت جب کہ وہ روزہ افطار کرے، دوسرے عادل کی دعا اور تیسرے مظلوم کی دعا۔ اس کے بعد ذکر الٰہی کے سلسلہ میں سوالات کئے گئے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بیٹھتی کوئی جماعت ذکر الٰہی کے لئے مگر یہ کہ گھیر لیتے ہیں اسے فرشتے اور چھا جاتی ہے اس پر رحمت حق۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستے میں ان کو تلاش کرتی ہے جو ذکر الٰہی کرتے ہیں، اور جب کسی جگہ ذکر الٰہی کرنے والے لوگوں کو پالیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہتے ہیں، آؤ اپنے مقصد کی طرف، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہیں وہ فرشتے آجاتے ہیں اور اپنے پروں سے ذکر الٰہی کرنے والوں کو ڈھانک لیتے ہیں اور آسمان دنیا میں پھیل جاتے ہیں، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب یہ فرشتے واپس جاتے ہیں تو پروردگار عالم ان سے دریافت فرماتا ہے، حالانکہ وہ خود ان سے زیادہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہوتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے فرشتے کہتے ہیں، اے رب! تیری حمد وثنا، تقدیس و بزرگی بیان کر رہے تھے، پھر حق سبحانہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے، کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے، فرشتے کہتے ہیں، اے پروردگار! انہوں نے تجھ کو نہیں دیکھا ہے، پروردگار ارشاد فرماتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں، اے رب! اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو تیری بہت عبادت کرتے، پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں، رب کریم دریافت فرماتا ہے، کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں، ارشاد ہوتا ہے، اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تب ان کا کیا حال ہوتا؟ پھر فرشتے کہتے ہیں اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو زیادہ تڑپ کے ساتھ جنت کی آرزو کرتے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے متعلق دریافت فرماتا ہے، کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں، حق سبحانہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو اس سے بہت زیادہ خوف زدہ رہتے، حق تعالیٰ فرماتا ہے، اے فرشتو! گواہ رہو، میں نے ان کو بخش دیا یہ سن کر ایک فرشتہ ان فرشتوں میں سے کہتا ہے، ان لوگوں میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو ان میں شامل نہ تھا، راہ چلتے ہوئے کھڑا ہو گیا تھا، حق تعالیٰ فرماتا ہے ان کے قریب بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رکھا جا سکتا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو لوگ کسی جگہ بیٹھ کر اٹھیں اور اس نشست میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں تو ان کا وہاں کھڑا ہونا مردار گدھے کی مانند ہوگا، ان پر سخت افسوس ہے۔

☆☆☆

خون میں ڈوبے ہوئے نظارے

یزید نے مسند خلافت سنبھال لی ہے۔ اسلامی حکومت کا وہ نقشہ بکھرتا نظر آرہا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب دیا تھا اور جسے خلفائے راشدین نے وسعت دی تھی۔ قیصر و کسریٰ کے جاہ و حشم، سطوت و شوکت اور عیش و عشرت کی یادیں تازہ ہونے لگی ہیں۔ مگر سب سے زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی صریح خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اس کے حرام کردہ اُمور کو حلال اور حلال کردہ اُمور کو حرام قرار دیا جا رہا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان حالات میں سخت پریشان ہیں، یزید اچھی طرح سے سمجھتا ہے۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہم نشینوں نے بھی اس پر واضح کیا ہے کہ جب تک خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گل سرسید حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیعت نہیں کریں گے، اس کی حکومت خطرات میں گھری رہے گی۔ اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی یہ بات جانتے ہیں کہ اس وقت کلمۂ حق بلند نہ ہوا تو یہ ملوکانہ انداز اسلامی نظام حکومت کا حلیہ مسخ کردیں گے۔ اس خیال نے انہیں سخت بے چین کر رکھا ہے، وہ دن رات اسی فکر میں غرق رہتے ہیں۔ دمشق سے مدینہ کے گورنر نعمان بن بشیر کو ہدایات آتی ہیں کہ وہ حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت طلب کریں۔ نعمان حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دمشق کا فرمان سناتا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بڑے اطمینان کے ساتھ سنتے ہیں اور پھر اسی سکون و اطمینان کے ساتھ بیعت کرنے سے صاف انکار کردیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ شخص جو مسلمانوں پر ان کی مرضی کے خلاف مسلط ہو کر خلافت راشدہ کی بساط لپیٹ چکا ہے۔ حسین اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرسکتا۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور خداندان نبوت کی عظمتوں سے آگاہ، چپ ہو رہتے ہیں۔ ادھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھانپ جاتے ہیں کہ اب یہی بات براہ راست کہی جائے گی۔ وہ رخت سفر باندھتے ہیں اور مکہ مکرمہ چلے جاتے ہیں۔ ادھر کوفہ کے لوگوں کے خطوط کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ قاصد پر قاصد آرہے ہیں۔ وہ اپنے تعاون کا یقین دلاتے ہیں۔ اور دعوت دیتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ تشریف لائیں۔ پھر قاصد یہ بھی بتاتے ہیں کہ کوفیوں نے یزید کی بیعت سے انکار کردیا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان پے بہ پے دعوت ناموں پر اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفے روانہ کرتے ہیں تاکہ وہاں جا کر حالات کا اندازہ لگائیں۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفے پہنچتے ہیں، تو ان کی زبردست پذیرائی ہوتی ہے۔ ہر طرف جوش و خروش پھیل جاتا ہے۔ لوگ یزید کے گورنر کو نکال باہر کرتے ہیں اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے ہیں۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفیوں کے اس طرز عمل سے بے حد متاثر ہیں۔ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفے آنے کی دعوت دیتے اور لکھتے ہیں:

"یہ لوگ آپ کی خلافت کو تسلیم کر چکے ہیں،
اس لیے تشریف لا کر ان کی رہنمائی فرمایئے۔"

پہلے شہید

دمشق میں خبر پہنچتی ہے کہ یزید کے گورنر کو کوفے والوں نے نکال دیا ہے تو اضطراب کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ بہت سوچ بچار کے بعد یزید عبداللہ بن زیاد کو کوفے کا گورنر بنا کر بھیجتا ہے۔ ابن زیاد اپنے عہد کا انتہائی مکار اور ستم شعار سیاست داں ہے۔ وہ کوفے پہنچتا ہے، تو یہاں کی فضا کو سخت معاندانہ پاتا ہے۔ وہاں ایک طرف جبر و تشدد کا کوڑا حرکت میں لاتا ہے۔ اور دوسری طرف لالچ اور عیاری کے کام لے کر کوفے کے لوگوں کی بھاری اکثریت کو توڑ لیتا ہے۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ تنہا رہ جاتے ہیں۔ ابن زیاد انہیں دربار میں طلب کرتا ہے۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفے والوں کی بے وفائی کا اندازہ لگا چکے ہیں۔ اور خوب جانتے ہیں کہ ابن زیاد کے پاس جانے کا مطلب اپنے آپ کو درندوں کے سپرد کرنا ہے، اس لیے آپ ہانی بن عروہ کے گھر چلے آتے ہیں۔ ایک جاسوس کے ذریعے ابن زیاد کو بھی خبر ہو چکی ہے، وہ ہانی بن عروہ کو بلاتا ہے۔ اور یہ کہہ کر قید میں ڈال دیتا ہے کہ میرے خلاف سازشوں میں مصروف تھا۔

ہانی بن عروہ زیر عتاب آ جاتا ہے، تو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اپنے حامیوں کو جمع کرتے ہیں۔ چار ہزار افراد ان کے پرچم تلے آ کھڑے ہوتے ہیں۔ اِدھر ابن زیاد منادی کرا دیتا ہے:

"جو شخص مسلم بن عقیل کو زندہ یا مردہ لے آئے
گا اسے منہ مانگا انعام ملے گا اور انہیں پناہ
دینے والے کو سخت سزا دی جائے گی۔"

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے پاس اب سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نہیں رہا کہ وہ اپنے حامیوں کو باقاعدہ فوج کی شکل دے کر ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ آپ کے ساتھ جو لوگ ہیں ان کا تعلق کندہ، ربیعہ، مذحج اسد، تمیم، ہمدان قریشی اور انصار سے ہے۔ ابن زیاد ڈپلومیسی سے کام لیتا ہے، کثیر بن شہاب کے ذریعے قبیلہ مدحج اور محمد بن اشعث کے ذریعے کندہ اور حضر موت کے قبائل کو آپ کی حمایت سے دستکش ہونے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اس کے باوجود مقابلے کی نوبت آتی ہے، تو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا پلہ بھاری رہتا ہے اور ابن زیادہ کو ہزیمت ہوتی ہے۔ اب وہ قبائلی عصبیتوں کا سہارا لیتا اور بہت سے لوگوں کو کاٹ لیتا ہے۔ اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو دہشت زدہ کرنے کے لیے یہ پروپیگنڈہ زور و شور سے کرواتا ہے کہ یزید نے ایک زبردست لشکر کوفے بھیج دیا ہے جو بس پہنچا ہی چاہتا ہے۔

اس پروپیگنڈے سے کوفیوں کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں، وہ آہستہ آہستہ کھسکنے لگتے ہیں اور گھروں میں جا بیٹھتے ہیں۔ عجب کسمپرسی کا عالم ہے۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ایک ایسے شہر میں بے یار و مددگار اور حیران و پریشان کھڑے ہیں۔ جہاں چند روز پہلے ہزاروں آدمیوں نے ہاتھ میں ہاتھ دے کر جاں نثاری کا عہد استوار کیا تھا۔ آخر وہ ایک گھر میں پناہ لیتے ہیں۔ ابن زیاد کے حکم سے محمد بن اشعث ستر سپاہیوں کے ہمراہ گھر گھر کی تلاشی شروع کر دیتا ہے اور اس گھر کے دروازے پر پہنچ جاتا ہے جہاں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ پناہ گزین ہیں حضرت مسلم تلوار سونت کر مقابلے پر آ جاتے ہیں۔ محمد بن اشعث کہتا ہے۔ "میں امان دیتا ہوں۔ آپ فکر مند نہ ہوں۔" مسلم اس کی باتوں میں آ جاتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیتے ہیں۔

ابن اشعث انہیں ابن زیاد کے دربار میں لے آیا۔ ابن زیاد انہیں دیکھتے ہی قتل کا حکم دیتا ہے۔ محمد ابن اشعث دبے دبے انداز میں کہتا بھی ہے کہ میں انہیں امان دے کر لایا ہوں،

لیکن استبداد کسی عہد و پیان کا پابند نہیں ہوتا۔ ابن زیاد کے حکم پر جلاد مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیتا ہے۔ یہ واقعہ ۹ رذی الحجہ ۶۰ھ کا ہے۔

وفا کے قافلے

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچتا ہے تو وہ اہل و عیال اور چند جاں نثاروں کو لے کر کوفہ کی طرف چل پڑتے ہیں۔ ثعلبہ کے مقام پر مشہور شاعر فرزدق سے ملاقات ہوتی ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفیوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ فرزدق ایک تاریخی فقرہ کہتا ہے۔ ''کوفیوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں یزید کے ساتھ۔'' حضرت حسین رضی اللہ عنہ کچھ آگے پہنچتے ہیں تو دو اعرابیوں کی زبانی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملتی ہے۔ آپ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں اور اپنے ساتھیوں سے فرماتے ہیں:

> ''کوفی بدل چکے ہیں، جو لوگ واپس جانا چاہیں ہماری طرف سے کھلی اجازت ہے۔''

وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

''ہم آپ کی رفاقت ہی میں مریں گے اور جئیں گے۔ آپ ہمیں بے وفا نہیں پائیں گے۔'' ساتھی جواب دیتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ شب و روز سفر کرتے ہوئے عراق کی سرحد میں داخل ہوتے ہیں، تو ابن زیاد کا لشکر آپ کا راستہ روک لیتا ہے۔ حر بن ریاح تمیمی اس لشکر کے کمانڈر ہیں۔ آپ انہیں بتاتے ہیں:

> ''میں یہاں جنگ و جدال کے لئے نہیں آیا۔ میں تم لوگوں کے بلانے پر آیا ہوں اور تمہیں حق کی دعوت دیتا ہوں۔'' حر لاعلمی کا اظہار کرتے

ہیں اور کہتے ہیں، ہم نے آپ کو دعوت نہیں دی۔

ایک دوسرا لشکر عمرو بن سعد کی قیادت میں پہنچ جاتا ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ مقام بیضا پر ان لوگوں سے خطاب کرتے ہیں:

> ''اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے ظالم، محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے اور اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی سے حکومت کرنے والے حکمران کو دیکھا اور اس نے اپنے فعل یا قول سے غیرت کا اظہار نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ اسے اس حکمران کے ساتھ دوزخ میں ڈال دے۔ لوگو! خبردار ہو جاؤ، ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے اور رحمان کی اطاعت ترک کر دی ہے۔ انہوں نے ملک میں فتنہ وفساد پھیلا دیا ہے۔ اور حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے مال غنیمت میں یہ لوگ اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں۔ اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام، اس لیے مجھے حیرت کرنے کا زیادہ حق ہے۔ اگر تم میری بیعت کرو گے تو راہِ راست پر پہنچو گے۔''

یہ خطاب سن کر حر بن ریاح تمیمی، یزیدی لشکر کو چھوڑ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے آملتا ہے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے۔ عمرو بن سعد آپ کے ساتھ جنگ کرنے میں متامل ہے۔ ابن زیاد تک یہ بات پہنچتی ہے، وہ پیغام بھیجتا ہے: ''میں نے تمہیں اس لیے، روانہ نہیں کیا تھا کہ تم حسین رضی اللہ

عنہ کوڈھیل دیتے رہو۔تم ان سے یزید کی بیعت کے لیے کہو، نہ مانیں تو ان سے جنگ کرو۔ انہیں قتل کرنے کے بعد ان کی لاشیں گھوڑوں سے روند ڈالو۔ ہمارے احکام کی تعمیل کی تو بیش قیمت انعام پاؤ گے اور تمہیں ''رے'' کا گورنر بنا دیا جائے گا۔''

عمرو جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتا ہے۔ ۹ رمحرم الحرام کا سورج غروب ہو جاتا ہے۔ چاندنی کرب وبلا میں پھیل جاتی ہے۔ ہر طرف سناٹا اور خوف کا عالم ہے۔اس عالم میں چاندنی بھی افسردہ اور بے جان محسوس ہوتی ہے۔ دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے تیاریوں میں مصروف ہیں۔ابن سعد کا لشکر جنگ کی تیاری میں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ عبادت وتلاوت قرآن میں۔

حر کا انتخاب

دس محرم کی صبح خون آلود افق کے ساتھ نمودار ہوتی ہے۔ دونوں لشکر آمنے سامنے صف آرا ہیں۔ایک طرف سامان حرب وضرب سے آراستہ ہزاروں لوگ ہیں، دوسری جانب چند نفوس دین حق کی سربلندی اور اعلیٰ اقتدار کی پاسبانی کا فریضہ بجالانا چاہتے ہیں۔ مقابلہ شروع ہوتا ہے، جاں نثار باری باری جامِ شہادت نوش کررہے ہیں۔اس میں حر بن رباح تمیمی بھی ہیں۔

شہادتِ عظمیٰ

حسین رضی اللہ عنہ کے جاں نثار ایک ایک کر کے سب شہید ہو چکے ہیں۔اب صرف خاندان بنی ہاشم کے افراد باقی ہیں، وہ بھی دل وجان سے راہ خداوندی میں گردنیں کٹانے کے لئے تیار ہیں۔سب سے پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے علی اکبر رضی اللہ عنہ میدان میں آتے ہیں، وہ انیس برس کے خوبرو اور وجیہ جوان ہیں۔شیر کی طرح دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں۔رجز زبان پر ہے:

''علی ابن حسین رضی اللہ عنہما ہوں، رب کعبہ کی قسم ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے زیادہ مستحق ہیں۔

''بخدا ظالم ہم پر حکومت نہیں کر سکے گا، وہ بجلی کی طرح دشمن کی صفوں میں اِدھر سے اُدھر پھر رہے ہیں اور شجاعت کے جوہر دکھارہے ہیں۔آخر مرہ بن العبدی اُن پر نیزے کا وار کرتا ہے اور وہ زمین پر گر پڑتے ہیں۔اُن کے گرتے ہی دشمن چاروں طرف سے خونخوار بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑتے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ آتے ہیں۔لخت جگر کی لاش کے ٹکڑے دوسرے بیٹوں کی مدد سے اٹھواتے اور خیمے کے سامنے لاکر لٹا دیتے ہیں۔علی اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد یکے بعد دیگرے عبداللہ بن مسلم، محمد بن عبداللہ، عبدالرحمان بن عقیل اور جعفر بن عقیل میدان کارزار میں نکلتے اور شہید ہو جاتے ہیں۔ اب قاسم بن حسین رضی اللہ عنہ ہاتھ میں تلوار لئے میدان میں آتے ہیں۔ وہ اس قدر حسین ہیں کہ ان کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔عمرو بن سعد بن نفیل ازدی ان کی گردن پر تلوار مارتا ہے قاسم پکارتے ہیں: ''چچا! الوداع'' اور زمین پر گر پڑتے ہیں۔ان کی آواز سنتے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ باز کی طرح جھپٹتے اور شیر کی طرح حملہ کر کے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالتے ہیں۔عمرو کی چیخ پکار سن کر کوئی سوار اُسے چانے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔لیکن گھبراہٹ میں بجائے بچانے کے اسے اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالتے ہیں۔ اسی دوران میں عبداللہ بن عقبہ، ابوبکر بن حسین کو تیر مار کر شہید کر دیتا ہے۔

حضرت عباس دیکھتے ہیں کہ خاندان کے تمام لوگ ایک ایک کر کے فدا ہو رہے ہیں، تو وہ اپنے سوتیلے بھائیوں عبداللہ بن علی، جعفر بن علی اور عثمان بن علی سے کہتے ہیں: ''اب تمہارے

قربان ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ آگے بڑھو اور اللہ کے راستے میں جانیں دے دو" سب سے پہلے عبداللہ بن علی آگے بڑھتے ہیں اور شدید لڑائی کے بعد جام شہادت نوش کرتے ہیں۔ ان کے بعد جعفر بن علی بھی داد شہادت دیتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں۔ اب عثمان بن علی میدان میں نکلتے ہیں، ان پر بنی ابان کا ایک شخص حملہ کرتا اور ان کا سر تن سے جدا کر دیتا ہے۔ بنی ابان ہی کا ایک شخص محمد بن علی پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیتا ہے۔

قیامت کی اس گھڑی میں اہل بیت کے خیموں سے ایک ننھا بچہ نکلتا اور خوف زدہ نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے۔ ہانی بن ثبیت حضرمی آگے بڑھ کر اسے بھی شہید کر دیتا ہے۔

عباس بن علی دیکھ رہے ہیں کہ قافلۂ حق کے افراد نے رات سے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہیں پیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی زخموں سے چور چور ہونے کے باوجود پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہے ہیں۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں اور فرات کی طرف چل پڑتے ہیں۔ فرات پر دشمن کا پہرہ ہے۔ دشمن انہیں روکتا ہے۔ عباس رضی اللہ عنہ لڑتے بھڑتے دریا کے کنارے پہنچ جاتے ہیں۔ مشکیزے میں پانی بھرتے ہی ہیں کہ ایک سنگدل تیر مار کر مشکیزہ پھاڑ دیتا ہے۔ اور پانی بہہ جاتا ہے۔ آپ خود بھی پیاسے ہیں۔ مگر اُن کی غیرت گوارا نہیں کرتی کہ خود پانی پی لیں اور خاندان کے افراد پیاسے رہیں۔ پیاسے ہی واپس آ جاتے ہیں، اسی حالت میں دشمن گھیر لیتا ہے وہ حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے ہیں، مگر تابکے زخموں سے چور کر گر پڑتے ہیں اور جان جان آفریں کے سپرد کر دیتے ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے خیمے کی طرف لوٹتے ہیں۔ شمر ذی الجوشن کئی سوار لئے گھیر لیتا ہے۔ آپ ان کا مقابلہ کرتے ہیں جس کی تاب نہ لا کر سوار پیچھے ہٹ جاتے ہیں، مگر آپ بھی زخمی ہو جاتے ہیں۔

اب بہت دیر ہو چکی ہے۔ دشمن چاہتا تو خاصی دیر پہلے آپ کو شہید کر دیتا، لیکن ہر شخص اس گناہ کا بار دوسرے پر ڈالنا اور خود بچنا چاہتا ہے۔ شمر ذی الجوشن یہ صورتِ حال دیکھ کر جھلا اٹھتا ہے، پیدل فوج کے پیچھے سوار لا کھڑے کرتا ہے۔ اور تیر اندازی کا حکم دیتا ہے۔ چاروں طرف سے حملہ ہوتا ہے۔ زوحہ بن شریک آپ کے بازو پر تلوار کا وار کرتا ہے۔ اور اسے الگ کر دیتا ہے۔ سنان بن انس نخعی نیزہ مار کر گرا دیتا ہے۔ آپ شہید ہو جاتے ہیں۔ شمر بن ذی الجوشن آپ کا سر کاٹتا اور خولی بن یزید کے حوالے کر دیتا ہے۔ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کا سورج یہ المناک منظر دیکھ کر منہ چھپا لیتا ہے۔ کربلا کی زمین شہزادۂ گلگوں قبا کے خون سے تر ہو جاتی ہے۔

☆☆☆

اصغر مچل پڑے

خواجہ سید مصباح المراد مصباحؔ

جو راہ حق میں چھوڑ کے گھر اپنا چل پڑے
آیا جو ان کا نام تو آنسو نکل پڑے
تڑپے ہیں بوند بوند کو اس کے ہی نونہال
وہ جس کی انگلیوں سے تھے چشمے ابل پڑے
شبیر سبط ساقی کوثر ہیں اے یزید
چاہیں تو کربلا میں سمندر ابل پڑے
آباد اک جہان ہے نسل حسین سے
اک شمع بجھ گئی تو دیے کتنے جل پڑے
جاگ اٹھا ہے تصور مظلوم کربلا
جب بھی کسی کی پلکوں پہ آنسو مچل پڑے
شبیر جیسے بھائی کو دیکھا ہے زیر تیغ
زینب کو سوچیے تو ذرا کیسے کل پڑے
مصباحؔ جب مدد کیلئے شہہ نے دی صدا
لبیک کہہ کے جھولے میں اصغر مچل پڑے

امام حسین علیہ السلام نے قربانی کی تاریخ کو اپنے پاکیزہ لہو سے مرتب کیا

خاندان

آپ کا اسم گرامی حسینؓ اور شبیر، کنیت ابو عبداللہ اور لقب سید شباب اہل الجنہ اور ''ریحانۃ النبی'' ہے، والد محترم کا نام سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور والدہ محترمہ کا اسم گرامی سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ہے، آپ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی ہیں اور خاندان کے اعتبار سے قریشی ہاشمی ہیں۔

پیدائش

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے کچھ روز پہلے حضرت حارث رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ان کی گود میں رکھ دیا ہے، انہوں نے پریشان ہو کر یہ خواب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خواب تو بہت ہی مبارک ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تم اسے گود میں لوگی، چند دنوں کے بعد اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی اور شعبان چار ہجری میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خرابی صحت کی بنا پر خود دودھ نہ پلا سکتی تھیں، اس غرض کے لئے انہوں نے بنو کنانہ کی ایک عورت کو ملازم رکھا، کتاب الاغانی میں مذکور ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی لبانہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا تھا۔

آپ کی پیدائش کی خبر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا بچہ مجھے دکھاؤ جب آپ کو لایا گیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کانوں میں اذان کہی پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عقیقہ کرنے اور بچے کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا، اور آپ کا نام حسین رضی اللہ عنہ رکھا۔

بچپن

آپ نے آغوش حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تربیت پائی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے اور دونوں صاحبزادوں کو بلا کر پیار کرتے۔

کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے کہ میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ، جب حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما حاضر ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو گود میں اٹھاتے اور سونگھتے پھر گلے لگاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حسن اور حسین رضی اللہ عنہما میری جنت کے دو پھول ہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے اپنے سارے خاندان میں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے سب سے زیادہ محبت ہے۔"

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر سات سال کی تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی آپ کی بڑی عزت وتکریم کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "لوگو! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی تعظیم کرو۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے، آپ نے ان صحابہ کے بچوں کا جو جنگ بدر میں شریک تھے دو دو ہزار روپیہ وظیفہ مقرر کیا، لیکن حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کی وجہ سے پانچ پانچ ہزار روپے وظیفہ مقرر فرمایا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں آپ جوان تھے سن ۳۰ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو فوج حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں طبرستان بھیجی اس میں سب سے پہلی مرتبہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما جہاد کی نیت سے شریک ہوئے، باغیوں نے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کے گرد گھیرا ڈال لیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں شہزادوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا کہ باغی اندر نہ گھسنے پائیں۔ دونوں بھائیوں نے بڑی بہادری سے باغیوں کو روکے رکھا، لیکن باغی مکان کی پچھلی طرف سے داخل ہو گئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو بھی جنگیں ہوئیں آپ ان میں شریک تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، لیکن چھ ماہ بعد آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے، حضرت امام حسین رضی اللہ نے اپنے بھائی کی ہر ممکن اعانت فرمائی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید نے آپ کو بیعت کے لیے مجبور کیا، آپ نے بیعت نہ کی۔ ایسے میں کوفہ سے خط آنے شروع ہو گئے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں، ہم آپ کو اپنا رہنما اور پیشوا بنانا چاہتے ہیں۔

آپ نے حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنے بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بھیجا، ان کے کوفہ پہنچنے پر کوفیوں نے بڑی وفاداری دکھائی، لیکن یزید کے نئے گورنر ابن زیاد کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور سارے ہی بیعت سے منحرف ہو گئے کل تک جو لوگ آپ کے فدائی تھے اور آپ کو پناہ دے رہے تھے، آج آپ کی تلاش میں سرگرداں تھے تاکہ ابن زیاد کے دربار میں آپ کو پیش کر کے انعام واکرام حاصل کریں۔ چنانچہ آپ گرفتار ہوئے اور ظالموں نے آپ کو شہید کر دیا۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے کوفہ پہنچتے ہی حالات سے (جو اس وقت حوصلہ افزا تھے) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

کو آگاہ کر دیا تھا آپ کو آپ کے بعض رشتہ داروں اور اکابر نے کوفہ والوں کی بے وفائیاں یاد دلا کر اس سفر سے روکنا چاہا لیکن آپ اس سفر کا ارادہ کر چکے تھے، نہ رکے، راستے میں آپ کو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر بھی ملی لیکن آپ نے سفر جاری رکھا۔

بعض روایات کے مطابق آپ دو محرم الحرام ۶۱ھ کو کربلا کے میدان میں پہنچے یہاں ابن زیاد کی فرستادہ فوج نے حر بن یزید ریاحی کی سرکردگی میں آپ کا محاصرہ کر لیا، یہی حر بعد میں آپ کے خطبات سے متاثر ہو کر آپ کے لشکر میں شامل ہو گیا اور رتبۂ شہادت کو پہنچا، حر کے بعد ابن زیاد نے عمر بن سعد کو فوج کا کمانڈر مقرر کر دیا، صلح کی بات چیت ہوتی رہی، لیکن ناکام رہی، ۱۰ محرم الحرام کو جمعہ کے روز صبح لڑائی کا آغاز ہوا، آپ کے ساتھی ایک ایک کر کے میدان کربلا میں نکلتے رہے اور حریف کے کئی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار نے کے بعد مرتبۂ شہادت پر فائز ہوتے رہے۔

آپ میدان جنگ میں نکلے تو آپ کے بھائی حضرت عباس، حضرت عبداللہ، حضرت جعفر اور حضرت عثمان آپ کے سامنے ڈھال بن گئے اور تیروں کی بوچھار کو سینوں پر روکنے لگے، جب یہ چاروں آپ کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو آپ آگے بڑھے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

"آج تم لوگ میرے قتل کے لئے اکٹھے ہو، خدا کی قسم! میرے قتل سے بڑھ کر کوئی قتل ایسا نہ ہوگا جو میرے قتل سے زیادہ خدا کی ناراضگی کا سبب ہوگا میرے قتل سے تم ذلیل ہو گے اور خدا مجھے عزت دے گا اور تم سے میرے قتل کا اس طرح بدلہ لے گا کہ تمہیں خبر بھی نہ ہوگی، خدا کی قسم! اگر آج تم نے مجھے قتل کر دیا تو خدا تم پر عذاب نازل کرے گا، تمہیں ایک دوسرے کو تمہارے ہی ہاتھوں سے قتل کرائے گا، اور جب تک تم پر دوگنا عذاب نازل نہ کرے گا اس وقت تک راضی نہ ہوگا۔"

تیروں کی بارش سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نڈھال ہوتے جا رہے تھے، لیکن یزیدی فوج میں کسی کی ہمت نہ ہو رہی تھی کہ آپ کو شہید کر کے دنیا کی سب سے بڑی ذلت اپنے سر لے، شمر نے یہ دیکھا کہ ہر آدمی اس گناہ کو اپنے سر لینے سے ڈر رہا ہے، ڈانٹ کر کہا، اب کیا باقی رہا ہے آگے بڑھ کر حسین کو قتل کر دو، اس کے ڈانٹنے پر چاروں طرف سے یزیدی فوج ٹوٹ پڑے، اس وقت ایک آدمی نے آپ کی گردن مبارک میں تیر مارا، آپ نے اپنے ہاتھوں سے تیر نکال کر پھینکا ہی تھا کہ بدبخت زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کے بائیں ہاتھ پر تلوار ماری، ان پے درپے زخموں کی وجہ سے آپ بالکل نڈھال ہو گئے، آپ کے جسم مبارک پر نیزے کے ۳۳ اور تلوار کے ۳۴ زخم تھے، آپ کھڑے نہ ہو سکتے تھے، زمین پر تشریف لائے، عین اسی حالت میں ظالم سنان بن انس نے نیزہ مارا آپ حالت سجدہ میں ہو گئے، خولی بن یزید سر کاٹنے کے لیے آگے بڑھا، لیکن کانپ کر پیچھے ہٹ گیا۔ چند لمحوں بعد اس سر مبارک کو جو بوسہ گاہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تھا سنان بن انس نے تن سے جدا کر دیا۔

اس ظلم پر آسمان کانپ اٹھا، زمین تھرا گئی، کائنات کا ذرہ ذرہ غم واندوہ میں ڈوب گیا اور حسین رضی اللہ عنہ۔ وہ محسن اسلام حسین رضی اللہ عنہ۔ جس نے نہ صرف اپنا ہی بلکہ خاندان نبوت کے ہر فرد حتی کہ علی اکبر و علی اصغر کا معصوم اور پاکیزہ خون دے کر ملت اور دین کی آبیاری کی زندہ ہو گیا۔ زندہ جاوید۔ حسین زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس لئے کہ اس کا کردار

زندہ ہے، اس کا پیغام زندہ ہے، اس کے ماننے والے زندہ ہیں۔

ازواج طاہرات

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پانچ شادیاں کیں تفصیل یوں ہے۔

(۱) لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ ثقفی۔

(۲) رباب بنت امراء القیس۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان کربلا میں گئی تھیں۔ وہاں سے قید ہو کر شام گئیں پھر شام سے مدینہ واپس آئیں، واقعۂ کربلا کے ایک سال بعد انتقال فرمایا۔

(۳) ام اسحق بنت طلحہ بن عبداللہ التمیمہ۔

(۴) قضاعیہ۔

(۵) شہر بانو۔ حضرت شہر بانو، یزدجرد بن شہریار کی بیٹی تھیں۔ عہد فاروقی میں مال غنیمت میں آئی تھیں اور ان کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مرضی سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ غزال سلاقہ اور خولہ نام و لقب تھے۔ یہ بھی سفر کربلا میں آپ کے ہمراہ تھیں اور پھر شام سے مدینہ واپس آئی تھیں۔

اولاد امجاد

(۱) حضرت علی اکبر (شہید کربلا) آپ کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ تھیں۔

(۲) حضرت عبداللہ (شہید کربلا)، آپ کی والدہ رباب بنت امراء القیس عدی الکلبیہ تھیں۔

(۳) حضرت علی اصغر (شہید کربلا) حضرت شہر بانو کے بطن پاک سے تھے۔

(۴) حضرت زین العابدین، خاندان رسالت کے واحد فرد جو کربلا کے حادثہ جانکاہ سے زندہ بچے، فاطمی سادات الٰہی انہی سے ہیں، آپ حضرت شہر بانو کے بطن سے تھے نام علی کنیت ابو محمد لقب سجاد زین العابدین تھا، ۸ رشعبان ۳۸ھ کو پیدا ہوئے، آپ اہل فضل میں سے تھے، بڑے عابد، زاہد، متقی، متورع خاشع اور خاضع تھے، دن رات میں ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے، یہاں تک کہ میدان کرب وبلا میں آخری شب بھی یہ نماز بیماری کی حالت میں بھی قضاء نہ کی۔ سخی اتنے کہ رات کو آئے اور روٹیوں کا بورا پیٹھ پر اٹھائے مدینہ کے لوگوں میں ان کے گھروں میں جا کر تقسیم کیا کرتے تھے۔ ۸ رمحرم الحرام ۹۴ھ کو مدینہ میں وفات پائی۔

(۵) حضرت فاطمہ۔ آپ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ التمیمہ کے بطن سے تھیں، ان کا عقد حضرت حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہوا، اور ان سے عبیداللہ اور حسن مثلث تولد ہوئے۔ حضرت حسن مثنیٰ کی وفات کے بعد عبداللہ بن عمرو بن عثمان ذوالنورین سے عقد ہوا، بڑی فاضلہ تھیں، گروہ تابعین اور تبع تابعین نے آپ سے روایات لی ہیں۔ ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔

(۶) حضرت زینب۔

(۷) حضرت سکینہ، آپ کی والدہ رباب بنت امراء القیس تھیں، حضرت سکینہ کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر سے ہوا تھا، ان کی شہادت کے بعد عبداللہ بن عمرو بن حزام کے نکاح میں آئیں، ان کی وفات کے بعد عبدالعزیز بن مروان نے آپ سے نکاح کیا اور بعد میں طلاق ہوگئی تو حضرت زید بن عمر بن عثمان ذوالنورین نے نکاح کیا، ۱۱۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

دلائل و براہین سے لبریز ایک جامع تحقیق

روضۂ قطب المدار رضی اللہ عنہ کے طواف کا شرعی حکم

از۔ مفتی محمد اسرافیل حیدری

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ قبور اولیاے صالحین کا طواف حصول برکت کے لیے جائز ہے، خصوصا سرکار سیدنا سید بدیع الدین احمد قطب المدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرقد منورہ کا طواف باعث برکت ہے،اس لیے کہ قطب المدار قدس سرہ کی ذات طیبہ مثال کعبۃ اللہ ہے،آپ حضورنبی کریم ﷺ کے مظہر کامل ہیں،آپ جیسے اولیاے کرام جس جگہ قدم رنجہ فرماتے ہیں،وہاں فیوض و برکات الٰہیہ کا مسلسل نزول ہوتا رہتا ہے،پھر وہ مقام جہاں حضور قطب المدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرقد منور ہے،وہاں کس درجہ فیوض و برکات کا نزول ہوتا ہوگا۔

حامد کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ طواف کعبہ شریف کے ساتھ خاص ہے، اولیاء اللہ کے مزارات اور قبور کا طواف درست نہیں ہے بلکہ ناجائز ہے،اسی طرح علماے دیوبند بھی طواف قبر کو ناجائز بتاتے ہیں،اہل سنت کا جو معمول ہو،اور شرع مطہر کا جو حکم ہو، مطلع فرماکر عند اللہ ماجور ہوں۔

مستفتی: مولانا محمد نستعین خان خطیب و امام مسجد کٹرہ پنکی کانپور نگر نستولی ضلع قنوج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰهم نسئلك الهداية و توفيق الصواب

صحیح بخاری و مسلم میں حدیث مشہور ہے:''من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین'' ترجمہ:اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے،اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ [صحیح بخاری،ج:1،ص:42،کتاب العلم،باب من یرد اللہ بہ خیرا... ،دار الکتب العلمیہ بیروت، صحیح مسلم،ج:1،ص::424،کتاب الزکاۃ،باب النہی عن المسئلۃ،دار الکتب العلمیہ بیروت]

خانۂ کعبہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے،رب تعالیٰ کی جلوہ گاہ ہے،منظور نظر الٰہی ہے،اور مقام نزول رحمت باری تعالیٰ ہے،اسے بیت اللہ اور ارض مقدسہ ہونے کا شرف حاصل ہے،خانۂ کعبہ کا طواف رکن حج و عمرہ ہے،خانۂ کعبہ کا طواف عبادت ہے حتی کہ خانۂ کعبہ مقدسہ کو دیکھنا بھی عبادت قرار دیا گیا ہے،چنانچہ ابو شیخ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے:

''النظر الی الکعبۃ عبادۃ'' ترجمہ: کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

[مرقاۃ المفاتیح،ج:9،ص:97،کتاب الآداب/باب حفظ اللسان و الغیبۃ والشتم/الفصل الثالث،دار الکتب العلمیہ بیروت]

اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے:

``خمس من العبادة،قلة الطعام و القعود فی المساجد و النظر الی الکعبة و النظر الی المصحف من غیر أن یقرأه و النظر فی وجه العالم``

ترجمہ:پانچ چیزیں عبادت ہیں،کم کھانا،مساجد میں بیٹھنا،کعبہ کو دیکھنا، بغیر پڑھے مصحف کی طرف نظر کرنا اور عالم کے چہرے کو دیکھنا۔

اور جامع صغیر مطبوعہ مکہ معظمہ صہ 243 پر بھی نسائی اور دارقطنی کے حوالہ سے ہے:

[مسند الفردوس،ج:2،ص:195،حدیث نمبر:2969،دار الکتب العلمیہ بیروت]

``خمس من العبادة النظر إلی المصحف و النظر إلی الکعبة،و النظر إلی الوالدین،و النظر فی زمزم و هي تحط الخطایا``

ترجمہ:پانچ چیزیں عبادت ہیں،مصحف کی طرف دیکھنا،کعبہ کو دیکھنا،ماں باپ کی طرف نظر کرنا،زمزم کو دیکھنا اور یہ چیزیں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

بلکہ خانۂ کعبہ کو دیکھنا خاص ایمان کی نشانی ہے۔چنانچہ در منثور میں امام سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اثر ``الازرقی اور الجندی`` کے حوالے سے نقل کیا ہے،فرماتے ہیں:

``أخرج الأزرقي و الجندي عن ابن عباس:قال :النظر إلی الکعبة محض الایمان``

ترجمہ: خانۂ کعبہ کو دیکھنا محض ایمان ہے۔یعنی خالص ایمان کی علامت ہے۔

نیز یہی ازرقی اور جندی حضرت سعید بن مسیب سے ایک اثر کی تخریج کرتے ہیں:

``من نظر إلی الکعبة إیمانا و تصدیقا،خرج من الخطایا کیوم ولدته أمه``

ترجمہ:جس نے کعبۂ معظمہ کا ایمان کی حالت میں تصدیق قلبی کے ساتھ دیدار کیا تو وہ گناہوں سے ایسے پاک و صاف ہو گیا،گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

نیز ابو سائب مدنی سے مروی ہے:

``من نظر إلی الکعبة إیمانا و تصدیقا،تحاتت ذنوبه کما یتحات الورق من الشجر``

یعنی جس نے کعبہ شریف کو ایمان و تصدیق کی حالت میں دیکھا،تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں،جیسے درخت سے پتے۔

ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت عطا سے روایت کی ہے:

`` النظر الی البیت عبادة``

یعنی بیت اللہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

اسی طرح حضرت ابن ابی شیبہ اور جندی نے حضرت طاؤس سے روایت کی:

``النظر الی هذا البیت أفضل من عبادة الصائم القائم الدائم المجاهد فی سبیل الله``

ترجمہ:خانۂ کعبہ کو دیکھنا شب زندہ دار اور مجاہد فی سبیل اللہ کی عبادت سے بہتر ہے۔

[در منثور،ج:1،ص:250،سورۃ البقرہ:127،دار الکتب العلمیہ بیروت]

مقصد یہ ہے کہ خانۂ کعبہ کو تفکر کے ساتھ دیکھنا اور یہ یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت شان اور مہابت و تعظیم بلند فرمائی ہے،کار عبادت ہے۔

طواف کی لغوی تحقیق

طواف کا لفظی معنیٰ گھومنا اور چکر لگانا ہے،چنانچہ مفردات راغب اصفہانی میں ہے:

"منه الطائف لمن يدور حول البيوت حافظا"

ترجمہ:لفظ طواف سے طائف ماخوذ ہے،اور طائف وہ ہے جو لوگوں کے گھروں کے آس پاس برائے حفاظت چکر لگاتا ہے۔

[المفردات فی غرائب القرآن،ص:314،باب الطاء مع الواو،مطبوعہ کراچی]

قرآن حکیم میں ہے:

"يطوف عليهم ولدان مخلدون"

ترجمہ: ہمیشہ رہنے والے لڑکے ان کے پاس چکر لگائیں گے۔ [پارہ:17،آیت:56]

دوسری جگہ حکم ہے:

"يطاف عليهم بكاس من معين"

ترجمہ: ان پر طواف کیا جائے گا پیالوں میں،وہ پانی لے کر جو آنکھوں کے سامنے بہتا ہے۔[سورۃ الصافات:45]

مزید فرمان باری تعالیٰ ہے:

"يطاف عليهم بآنية من فضة و اكواب"

ترجمہ: چاندی کے برتن اور کوزے لے کر ان جنتیوں پر طواف کیا جائے گا۔ [سورۃ الدھر:15]

مزید ارشاد ہے:

"طوافون عليكم بعضكم على بعض"

ترجمہ:تمہارے نوکر غلام تمہارے گرد بکثرت طواف والے ہیں۔ [پارہ:24،آیت نمبر:58]

ان آیات میں طواف گھومنے اور چکر لگانے کے معنیٰ میں ہے۔

اسی طرح حدیث شریف میں طواف گرد گھومنے اور چکر لگانے کے معنیٰ میں استعمال ہوا،چنانچہ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے:

"لقد طاف بآل محمد نساء كثير يشكون أزواجهن ليس أولئك بخياركم"

ترجمہ: آج رات بہت سی عورتوں نے ہماری بارگاہ اقدس کا طواف کیا کہ اپنے شوہروں کی شکایت کرتی تھیں،وہ تم میں بہتر لوگ نہیں،جو عورتوں کو ایذا دیتے ہیں۔

[سنن أبي داؤد،كتاب النكاح،باب في ضرب النساء/سنن ابن ماجه،كتاب النكاح،باب القسمة بين النساء]

بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مشہور واقعہ مذکور ہے کہ آپ بارگاہ اقدس میں عرض گزار ہیں،یا رسول اللہ!میرے والد حضرت عبد اللہ جنگ احد میں شہید ہو گیے،اور بہت قرض چھوڑ کر گیے،آپ دعا فرمادیں۔ حضرت جابر کو حکم ہوا کہ جو کھجوریں تمہارے پاس ہوں،ان کا الگ الگ ڈھیر لگاؤ،حضور ﷺ تشریف لے گئے،حضرت جابر عرض کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمارے حال پر نظر فرمائی،اطاف حول أعظمها بيدرا ثلاث مرات،

یعنی ان میں سے سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین بار طواف کیا،اور اسی پر بیٹھ گیے،پھر اس ڈھیر سے قرض خواہوں کے قرض ناپ ناپ کر دینے لگے،سب کا قرض ادا ہو گیا،اور سارے ڈھیر سلامت بچے رہے۔

[صحیح بخاری،کتاب المغازی،باب قولہ ''إذ همت طائفتان...]

اس حدیث میں طواف اپنے لفظی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

طواف کا اصطلاحی مفہوم

شریعت مطہرہ کی اصطلاح میں مخصوص طریقے سے حج و عمرہ ادا کرنے کے دوران کعبۂ مقدسہ کے سات چکر لگانے اور مخصوص دعا کرنے کو طواف کہا جاتا ہے،اور کعبے کے گردا گرد جہاں طواف کیا جاتا ہے،اسے مطاف کہتے ہیں ۔ جس طرح نماز پڑھنے کے لیے بدن اور لباس کی پاکی شرط ہے،حیض و نفاس والی عورت نماز نہیں پڑھ سکتی ، جنبی کی نماز نہیں ہوتی،اسی طرح خانۂ کعبہ کے طواف کے لیے اسلام میں کچھ شرائط مقرر ہے :

1. سب سے پہلے طواف کرنے کے لیے طواف کی نیت ضروری ہے۔بے وضو طواف کعبہ جائز نہیں۔
2. طوافِ کعبہ کے لیے ستر عورت کی شرط ہے۔
3. ترتیب یعنی دائیں طرف سے حجر اسود کے عین سامنے سے اس طرح طواف کریں کہ بایاں بازو کعبہ کی طرف رہے۔
4. حرم کے اندر طواف کرنا یعنی مسجد حرام سے باہر نکل کر چکر لگانے سے طواف ادا نہیں ہوگا۔
5. جو معذور نہیں ہے، وہ پیادہ پا طواف کرے۔
6. حطیم کو طواف میں شامل کرے۔
7. بعد طواف صفا و مروہ کی سعی کرے۔

یہ تو خانۂ کعبہ کے طواف کے شرائط ہیں،خانۂ کعبہ کا طواف حضرت آدم علیہ السلام سے جاری ہے،کتب تفاسیر میں صراحت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد حضرات انبیاے کرام بیت اللہ شریف کا طواف کیا کرتے تھے۔

قرآن مقدس میں ہے:

''و عهدنا إلى إبراهيم و إسمعيل أن طهرا بيتي للطائفين و العاكفين و الركع السجود''

ترجمہ:میں نے ابراہیم و اسماعیل کو تاکیدی حکم کیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف میں بیٹھنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک و صاف رکھو۔[سورۃ البقرۃ:125]

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ طواف ان انبیاے سابقین کے دور سے ہوتا چلا آرہا ہے۔

چونکہ منی کی اصل خانۂ کعبہ کا مقام ہے،اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں کعبہ کے ذریعہ ہی کائنات عالم میں ترسیل ہوتی ہیں، اس لیے خانۂ کعبہ کا ہر سمت سے طواف کرکے اپنی اصل کو گویا ریچارج کیا جاتا ہے،اور حکم الٰہی کو بجالاکر حق عبودیت کو ادا کیا جاتا ہے۔

طوافِ قبورِ صالحین تحقیقی عدالت میں

یہ تو خانہ کعبہ کے طواف کی بات ہے،رہا اولیاء اللہ کے قبور و مراقد کا طواف تو تقرب و تعظیم اور عبادت سمجھ کر یا بنیت تعظیم قبر، مرقد، مقبرہ اور مزار کا طواف ممنوع و حرام قرار دیا گیا ہے۔ البتہ اگر کسی ولی اللہ کے مرقد اور مزارشریف کا طواف برکت حاصل کرنے کی نیت سے کرتا ہے اور مزار شریف کے ہر چہار جانب سے استفاضہ حاصل کرنے کی غرض سے اس کے گردا گرد چکر لگاتا اور طواف کرتا ہے،تو یہ بلا شبہ جائز و مستحسن ہے۔

چنانچہ سلسلہ رضویہ کے امام اور اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان فاضلِ بریلوی قدس سرہ اپنے فتاوی کی کتاب فتاوی رضویہ جلد/۲۲ میں فرماتے ہیں:

``یونہی اگر طواف مقصود بالذات ہو مگر اس سے غرض و غایت تعظیم مراد نہ ہو بلکہ مثلاً محض تبرک و استفادہ ہو تو اس کے منع پر بھی شرع سے کوئی دلیل نہیں۔مزار انور حضور سید اطہر ﷺ پر تو ثابت ہے کہ روزانہ صبح کو ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں،اور مزار اطہر کے گرد حلقہ باندھے ہوئے صلات و سلام عرض کرتے ہیں،شام کو وہ بدل دیئے جاتے ہیں،اور ستر ہزار اور آتے ہیں کہ صبح تک ماہ رسالت پہالہ ہوکرصلات و سلام عرض کرتے ہیں،اور ظاہر ہے کہ ہرگلے را رانگ و بوے دیگر است(ہر پھول کا ایک نیا رنگ اور جداگانہ خوشبو ہے) محبوبانِ خدا کے مقام متفاوت ہوتے ہیں،اور افاضۂ برکات میں ان کے احوال مختلف اور مفیض مستفیض میں کچھ نسبت خفیہ ہوتی ہے۔ جو اسے معلوم نہیں کہ ان میں سے کس کے ساتھ حاصل ہے،لہذا یہ دریوزہ گر محتاج روضۂ اطہر کے گرد دورہ کرتا ہے، اس امید پر کہ ان بندگانِ معصومین پر فرداً فرداً گزرے اور ان میں سے جس کسی کی نظر اس پر پڑجائے۔اس کا کام بنادے۔ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت سیدی شیخ الشیوخ شہاب الملۃ و الحق و الدین سہروردی قدسنا اللہ الکریم ایام منی میں مسجد خیف شریف میں صفوں پر دورہ فرماتے ہیں،کسی نے وجہ پوچھی،فرمایا:

``ان للہ عبادا إذا نظروا إلی أحد ،أکسبوہ شہادۃ الأبد``

اللہ کے کچھ بندے ہیں کہ جب ان کی نگاہ کسی پر پڑ جاتی ہے،اسے ہمیشہ کی سعادت عطا فرما دیتا ہے،میں اس نگاہ کی تلاش میں دورہ کرتا ہوں۔`` [فتاوی رضویہ،ج:22،ص:395/394،مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور]

جناب فاضل بریلوی مزید فرماتے ہیں:

``یہ تعرض نفحات رحمۃ اللہ ہوا جس کا خود حدیث میں حکم ہے،اولیاے کرام وارثان سرکار رسالت ہیں،ممکن کہ ملائکہ ان کے مزارات کے گرد بھی ہوں،اور ایسے امور میں علم درکار نہیں،تعرض نفحات کی شان یہ ہے کہ شاید و لعلّ پر ہو،مع ہذا مزارات اولیاے کرام ہر جانب سے ممر اقدام صلحاے عظام ہوتے ہیں،سیدنا عیسیٰ علی نبینا الکریم و علیہ الصلاۃ و السلام سے عرض کی گئی کہ حضور ایک جگہ قیام کیوں نہیں فرماتے،شہروں شہروں،جنگلوں جنگلوں دورے کیوں فرماتے ہیں؟فرمایا:اس امید پر کہ کسی بندۂ خدا کے نشان قدم پر قدم پڑ جائے،تومیری نجات ہو جائے،جب نبی اللہ و رسول اللہ کہ خمسہ اولو العزم میں ہیں کہ صلوات اللہ و سلام علیہم،ان کا یہ ارشاد تواضع ہے،تو ہم سخت

محتاج ہیں، علاوہ بریں یہاں تک نکتہ دقیقہ اور ہے۔و ما یلقٰھا الا ذو حظ عظیم (اس کو بڑی قسمت اور مقدر والے ہی پا سکتے ہیں)۔ شریعت مطہرہ نے انسان کے سر سے پاؤں تک جمیع جہات میں جدا جدا احکام رکھے ہیں،چہرہ پر جو احکام ہیں، پاؤں پر نہیں۔دہنے ہاتھ پر جو احکام ہیں،پاؤں پر نہیں۔وعلیٰ ہذا القیاس اور احکام مختلفہ کے ثواب بھی مختلف رنگ کے ہیں۔ یونہی سر سے پاؤں تک جملہ جوارح میں معاصی جدا جدا ہیں،اور ہر معصیت ایک جدا گانہ رنگ کا مرض ہے۔اور ہر مرض کا علاج اس کی ضد سے ہے،تو یہ مریض معاصی اس سراپا مجموعہ برکات کے گرد دورہ کرتا ہے کہ اس کے ہر عضو و ہر جہت کی رنگ برنگ برکات سے فیض اور اپنے ہر عضو و ہر جہت کا مرض دور کرے،امام مبرد کامل میں پھر امام علامہ عارف باللہ کمال الدین دمیری پھر سیدی علامہ محمد بن عبد اللہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

``مما کفر به الفقهاء الحجاج أنه رای الناس یطوفون حول حجرته صلی الله تعالی علیه و سلم فقال إنما یطوفون باعواد و رمة"
یعنی حجاج نے مسلمانوں کو دیکھ کر روضۂ انور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کا طواف کر رہے ہیں،اس طواف سے اس نے ایک نہایت ملعون لفظ کہا،جس پر فقہاے کرام نے اس کی تکفیر کی۔وہ زمانہ بکثرت صحابہ کرام کی رونق افروزی کا تھا،خصوصا مدینہ طیبہ میں تو یہ طواف کرنے والے حضرات اگر صحابہ کرام نہ تھے،لا اقل تابعین تھے۔"

[فتاویٰ رضویہ،ج:22،ص:396/395،مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور]

سلسلۂ رضویہ کے اعلیٰ حضرت اور امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان فاضلِ بریلوی قدس سرہ بڑے صریح الفاظ میں فتاوی رضویہ میں رقم طراز ہیں:

``بالجملہ اگر طواف مقصود بالذات نہیں،جب تو جواز ظاہر اور اگر مقصود بالذات ہے تو صرف فرق نیات ہے،اگر بنیت تعظیم قبر ہے،تو بلا شبہ حرام ہے،اور تبرک و استفادہ وغیرہما نیات محمودہ سے ہے،تو فی نفسہ اس میں حرج نہیں،اور یہ ٹھہرا لینا کہ اس میں مسلمان کی نیت طواف سے تعظیم قبر ہے،قلب پر حکم ہے،اور یہ غیب کا ادعا اور محض حرام ہے``

[مرجع سابق،ج:22،ص:399،رضا فاؤنڈیشن لاہور]

فتاوی رضویہ کی اس عبارت سے مسئلۂ طواف واضح ہوگیا، کہ اگر عبادت مقصودہ سمجھ کر طواف قبر کرے،تو ناجائز و حرام ہے،اور اگر حصول برکت اور قبور صالحین سے فیض حاصل کرنے کی نیت سے طواف کرے تو جائز ہے،فی نفسہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

حضور مدار پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفسار کیا گیا کہ انسان افضل ہے یا کعبہ؟آپ ارشاد فرماتے ہیں:انسان پر ذات الٰہی کا پرتو ہے اور کعبۂ مقدسہ پر صفات الٰہی کا پرتو ہے،اس لیے انسان کامل کعبہ سے افضل ہے۔اور اسی لیے علماے کرام فرماتے ہیں کہ وہ مٹی جو حضور اکمل الانسان سید عالم ﷺ کے جسد پاک سے متصل ہے،وہ عرش اور کعبہ سے بھی افضل ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ: "مکہ افضل ہے یا مدینہ؟" اس بزرگ نے اپنا بٹوہ نکالا اور کہا:اس کی قیمت پانچ روپے ہے،اس میں اگر میں ایک لاکھ روپے کا ہیرا جڑ دوں تو پھر اس کی قیمت بڑھ جائے گی اور بجائے پانچ روپے کے ایک لاکھ ہو جائے گی۔یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سب سے زیادہ قیمتی وجود حضور سرورِ عالم ﷺ کا ہے۔

حضرت یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ النورانی اپنی کتاب جواہر البحار میں رقم طراز ہیں:

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ اگر زمین پر ہوں تو زمین آسمان سے افضل اور اگر حضور نبیٔ اکرم ﷺ آسمان پر ہوں تو آسمان زمین سے افضل،اسی اصول کی بنا پر حضور نبیٔ اکرم ﷺ اگر مکّہ میں ہوں تو مدینہ سے مکّہ افضل اور اگر حضور نبیٔ اکرم ﷺ مدینہ میں ہوں تو مدینہ مکّہ سے افضل، فضیلت کا موجب حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا وجودِ باجود ہے،حضور نبیٔ اکرم ﷺ مکّہ میں تھے تو خدائے تعالیٰ نے مکّہ معظمہ کی قسم یاد فرمائی اور فرمایا: اس شہر (مکّہ) کی قسم ہے. (سورۃ البلد،آیت:۱) کیوں؟ کیا اس لیے کہ اُس میں اُس کا گھر (کعبہ) ہے؟ نہیں! کیا اس لیے کہ اس میں صفا و مروہ کی پہاڑیاں ہیں؟ نہیں! کیا اس لیے کہ اُس میں چاہ زم زم ہے؟نہیں! تو پھر خدا نے اس شہر کی قسم کیوں یاد فرمائی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محبوب!تم اس میں تشریف فرما ہو. (سورۃ البلد،آیت:۲) ''حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی قبر شریف کی جگہ ساری روئے زمین سے افضل ہے بلکہ اس بات پر اجماع ہے کہ جو شے حضور ﷺ کے اعضائے مبارکہ سے مس ہوئی،وہ کعبہ سے بھی افضل ہے. ابن عساکر نے تحفہ میں اور تاج الدین سبکی نے ابن عقیل حنبلی سے نقل کیا ہے کہ وہ شے عرش سے بھی افضل ہے،اور تاج فاکہی نے صراحت فرمائی کہ وہ شے تمام آسمانوں سے افضل ہے''

[جواھر البحار فی فضائل النبی المختار،ج:4،ص:13-14،جواہر سمہودی علیہ الرحمہ،دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان]

قطب المدار چونکہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہوتا ہے،ظہور انوار ذات کا مرکز ہوتا ہے اور نائب رسالت ہوتا ہے،عالم میں منظور نظر الٰہی ہوتا ہے،اور کارخانۂ ہستی و توابع ہستی کا اجرا اسی کے ہاتھوں سپرد ہوتا ہے.حق تعالیٰ کا فیض اسی کے واسطے عالم اور سارے جہان کو پہنچتا ہے،وہ جہاں قدم رکھ دیتا ہے،وہ جگہ بقعۂ رحمت اور مہبط فیض بن جاتی ہے ،برکات انعامات الٰہیہ کا نزول وہاں ہونے لگتا ہے،چنانچہ امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی لطائف المنن میں رقم فرماتے ہیں:

" روحانية الولي إذا دخل مكانا أو مشیٰ فی أرض تبقیٰ تلك الروحانية فی ذلك المكان ستة أشهر كما يشهده أرباب القلوب فكيف بالمكان الذي كان مسكن الولي ليلا و نهارا''

ترجمہ:ولی کی روحانیت کی یہ شان ہے کہ جب وہ کسی مکان میں داخل ہوتا ہے،یا کسی سر زمین میں قدم رنجہ ہوتا ہے،تو اس کی روحانیت کی برکت اس مکان میں چھ ماہ تک بنی رہتی ہے،جیساکہ ارباب قلوب کا مشاہدہ ہے،تو کیا عالم ہوگا اس مکان شریف کا جہاں دن رات اللہ کے ولی کا قیام رہتا ہے۔

[لطائف المنن،ص:522،دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان]

بہ مقامے کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

حضرت مولانا سلیمان قادری پھلواری شریف قدس سرہ فرماتے ہیں:

''بزرگوں کی خانقاہوں اور عبادت گاہوں کا بلکہ ان کے مکانوں کا بھی نہایت ادب کرنا چاہیے،ان بزرگوں کی روحانیت کا ان جگہوں میں گہرا اثر ہو جاتا ہے،اس کو ارباب نظر دیکھتے ہیں،اگر چہ عوام کی نظر سے یہ بات پوشیدہ ہے۔''

[شمس المعارف،ص:428،مطبوعہ مرکز علوم اسلامیہ کراچی] پھر اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عجیب و غریب بات ہے کہ جب حضرت بدیع الدین مدار قدس سرہ کے چلے پر پہنچا،جہاں اس جناب نے

سالہا سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تھی،تو بس اس مقام پر کھڑا ہونا تھا کہ ایک استغراقی تجلی نے اپنے آپ میں گم کردیا اور کئی دن تک اس کا اثر محسوس ہوتا رہا"

[مرجع سابق،ص:429،مطبوعہ مرکز علوم اسلامیہ کراچی]

حضور سیدنا بدیع الدین مدار پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ عنا کا مرقد منور تو خاص انوار و تجلیات الٰہیہ کا گہوارہ اور رحمت و برکات رحمانیہ کا مہبط ہے،اہل نظر جب بارگاہ مداریہ میں حاضر ہوتے ہیں،تو خاص انوار و برکات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ عالم گیر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ قطب المدار سید احمد بدیع الدین زندہ شاہ مدار طور تمثال میں برق تجلیٔ انوار مثال کو اپنی نگاہوں سے باکمال دیکھا،تو بے ساختہ پکار اٹھے ۔

بیا کہ اوج کمالات را ظہور ایں جاست
بیا کہ مرجع ہر قیصر و قصور ایں جاست
جناب اقدس شہنشاہ مدار جہاں
بپاے دیدہ بیا و ببیں کہ نور ایں جاست

اس حقیر ناچیز ابو الحماد محمد اسرافیل غفر لہ ربہ الجلیل نے بارہا مشاہدہ کیا کہ مغرب کی سمت دریاے ایسن کی جانب سے ایک نور کا بقعہ اڑتا آیا اور حضور مدار پاک کے گنبد شریف میں سما گیا اور ایسا کیوں نہ ہو۔ ے

ہر اوج ہر کمال کا مظہر ہے اس جگہ
امید گاہ شاہ و تونگر ہے اس جگہ
آنکھوں کے بل جوار مدار جہاں میں آؤ
دیکھو کہ نور خالق اکبر ہے اس جگہ

انبیاے کرام اور اولیاے عظام اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے ہوتے ہیں،ان کی ذوات طیبات سراپا برکت ہوتی ہیں،جیساکہ سورۂ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ارشاد ہے:

"و جعلنی مبرکا أین ما کنت" ترجمہ:اس رب نے مجھے بابرکت بنایا،میں جہاں رہوں۔ [سورۂ مریم:31]

اور ان اولیاء اللہ اور انبیاے کرام کے مقامات و مراقد بھی برکات و حسنات کے مراکز ہوتے ہیں، جیساکہ پندرھویں پارہ میں سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں ہے:

"سبحٰن الذی أسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام إلی المسجد الأقصا الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایٰتنا إنہ ھو السمیع البصیر"

ترجمہ:پاکی ہے اس رب کی جو اپنے بندے کو رات کے ایک مخصوص حصے میں لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ،مسجد اقصیٰ(جو انبیا کی عبادت گاہ اور ان کا جاے قیام اور قبلۂ حاجات ہے)اس کے پاس ہم نے برکت رکھی ہے،تاکہ اپنے خاص بندے کو اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں،بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

[پارہ:15،آیت نمبر:1]

آٹھویں صدی کے مجدد اور غوث العالم سرکار سیدنا حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں:
``بزرگوں کی قبروں کی زیارت بھی صوفیا کے لیے اہم ہے،اصحاب طریقت نے زیارت قبور سے بھی فیض حاصل کیا ہے``
``حضرت سید مخدوم اشرف سمنانی کچھوچھوی قدس سرہ سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

`` نقل است کہ سلطان المشائخ بزیارت مرقد متبرک حضرت خواجہ قطب الدین رفتند،ودر حین طواف بخاطر شریف رسید کہ آیا ازیں توجہ من روحانیت ایشاں اشعار داشتہ باشد،ہنوز ایں خطور بتمام نشدہ بود کہ از مرقد منور ایشاں صدای برآمد، بعبارت فصیحہ ایں مضمون شعر خواندے

مرا زندہ پندار چوں خویشتن　　مداں خالی از ہم نشینے مرا
من آیم بجان گر تو آئی بہ تن　　بہ بینم ترا گر نہ بینی مرا

``روایت ہے کہ سلطان المشائخ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین کے مرقد کی زیارت کے لیے گئے تھے، طواف کے وقت خیال آیا کہ معلوم نہیں خواجہ کی روح کو میری خبر ہے کہ نہیں،جیسے ہی یہ خطرہ دل میں آیا،مرقد مبارک سے آواز آئی
(1) مجھ کو اپنی طرح زندہ سمجھو۔تم بدن سے اگر آتے ہو تو میں جان سے آتا ہوں
(2) مجھ کو اپنی ہم نشینی سے خالی نہ جانو ۔میں تم کو دیکھ رہا ہوں، خواہ تم مجھ کو نہ دیکھو۔

[لطائف اشرفی،ج:2،ص:28،لطیفہ ہفدہم در بیان آداب صحبت وزیارت مشائخ و قبور،مطبوعہ نصرۃ المطابع دہلی]

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرقد شریف کی زیارت کرنے جاتے تو قبر شریف کا طواف کرتے تھے۔

مزید آگے فرماتے ہیں:
`مشائخ کے سامنے زمین پر سر رکھنا سجدہ نہیں بلکہ معبود حقیقی کے اس نور کی تعظیم ہے جو مشائخ اور اولیا کے قلوب پر متجلی ہوتا ہے۔جب زیارت قبور کے لیے جائے،تو پائنتی کی طرف داخل ہو اور تین یا سات بار قبر کے گرد طواف کرے، تب میت کے چہرے کے مقابل کھڑے ہو کر کہے:

``علیکم السلام یا أھل لا إله إلا الله من قال لا إله إلا الله،کیف وجدتم قول لا إله إلا الله،یا الله بحق لا إله إلا الله إغفر لمن قال لا إله إلا الله،واحشرنا فی زمرة من قال لا إله إلا الله محمد رسول الله``

اور اس کے بعد قبر پر پھول یا سبزہ چڑھائے۔اور بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر فاتحہ یا آیت الکرسی اور اذا زلزلت الارض اور الھکم التکاثر ایک ایک بار اور سورۂ اخلاص سات بار یا دس بار پڑھے۔اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

"لاإله إلا الله وحده لا شريك له،له الملك و له الحمد يحي و يميت و هو حي لا يموت أبدا أ بدا ذو الجلال و الاكرام بيده الخير و هو على كل شئ قدير.بسم الله و على ملة رسول الله "

اس کے بعد کہے یا اللہ!میں نے جو اس وقت پڑھا ہے،اس کا ثواب فلاں بزرگ کی روح کو پہنچے،فاتحہ خوانی کے بعد قبر

کے سامنے آئے۔اور غلاف کے نیچے ہاتھ رکھ کر اپنی حاجت عرض کرے``

[مرجع سابق،ج:2،ص:29,30.،مطبوعہ نصرۃ المطابع دہلی]

دیکھا آپ نے کہ حضرت مخدوم اشرف قدس سرہ فرماتے ہیں کہ زیارت قبور کو جائے تو تین یا سات بار قبر شریف کا طواف کرے۔آپ حضرت قدس سرہ مزید فرماتے ہیں:

``وشیخ را دست گرفتہ بودند،گرد آنخاک طواف میکرد،و نعرہ میزدند،و درویشان سرو پای برہنہ بخاک میغلطیدند۔شیخ گفت ایں روز را تاریخ سازند کہ بہتر ازیں روز دیگر روز نخواہد شد،بعد آں ہر مریدی را کہ داعیہ حج بودے۔خاک ویرا ہفت طواف فرمودے،بدیں تقریب بسیار فرمودہ اند،آری خاک دیگر فقیران ہم ایں چنین خواہد شد``

"شیخ ابو سعید کو جب قبض ہوتا تھا تو پیر ابو الفضل کی زیارت کو جاتے تھے۔ایک دن قبض تھا۔مجلس میں رونا شروع کیا،اس کے بعد پیر ابو الفضل کے مزار پر حاضری دی،جیسے ہی وہاں پہنچے،قبض دور ہو گیا،شیخ نے قبر کے گرد طواف کیا اور کہا کہ آج کی تاریخ لکھ لو،اس سے بہتر مجھے کوئی دن نصیب نہ ہوگا،جب کوئی مرید حج کا ارادہ کرتا۔ تو اس کو حکم دیتے تھے کہ پیر ابو الفضل کے مزار کا سات بار طواف کرلو۔اور فرماتے تھے کہ دوسرے فقیروں کی خاک میں بھی یہی تاثیر ہوگی" [مرجع سابق،ج:2،ص:30،مطبوعہ نصرۃ المطابع دہلی]

ان عبارتوں سے واضح ہے کہ مشائخ کبار اور اولیاے ذی وقار کے یہاں مشائخ کرام و اولیاے عظام کی قبروں کا طواف استفاضہ اورحصول برکات کے لیے جائز ہے اور معمولات اہل سنت میں شامل ہے۔دیکھا آپ نے حضرت ابو سعید ابو الخیر قدس سرہ کا معمول کہ جب وہ اپنے پیر کی قبر پر حاضری دینے جاتے تو قبر کا طواف کیا کرتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی اس کا حکم فرماتے تھے۔

حضور سرکار سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پر انوار اس شان کے قبے کے اندر ہے کہ چاروں طرف سے دروازے بند ہیں،اور پتھر کی جالیاں ہر چہار جانب سے لگی ہوئی ہیں،ایک سمت ایک چھوٹی سی کھڑکی لگی ہے،جو قفل بند رہتی ہے۔اس لیے آپ کے روضہ شریف پر ہر چہار جانب سے زوار حصول برکت اور استفاضۂ انوار و تجلیات کے لیے طواف کرتے ہیں،جو جائز و مستحسن ہے۔

چنانچہ اعلی حضرت فاضل بریلوی اپنے فتاویٰ رضویہ جلد/۲۲ میں حضور سیدنا مدار پاک سید بدیع الدین احمد قطبی قدس سرہ کے پیر و مرشد سلطان العارفین بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ عنا کا ایک واقعہ حج بحوالہ مثنوی معنوی مولانا روم قدس سرہ نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"عارف باللہ حضرت مولوی قدس اللہ سرہ المعنوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

1. سوے مکہ شیخ امت بایزید — از براے حج و عمرہ می روید
2. دید پیرے باقدے ہمچوں ہلال۔ — بود دروے گفتاری رجال
3. بایزید او را چو از اقطاب یافت — مسکنت بنمود و در خدمت شتافت
4. گفت عزم تو کجا اے بایزید — رخت غربت را کجا خواہی کشید

5. گفت قصہ کعبہ دارم ازولہ — گفت بین با خود چہ داری زاد رہ
6. گفت دارم از درم نقرہ ویست نک بہ — بستد سخت بر گوشہ رویست
7. گفت طوفے کن بہ گردم ھفت بار — دین نکو تر از طواف حج شمار
8. حق آں حقے کہ جانت دیدہ است — کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است
9. کعبہ ہر چندے کہ خانہ بر اوست — خلقت من نیز خانہ سر اوست
10. بکرد آں خانہ را دروے نہ رفت — و اندریں خانہ بجز آں حی نرفت
11. مراد دیدی خدا را دیدۂ — گرد کعبہ صدق بر گردیدۂ
12. خدمت من طاعت حمد خداست — تانہ پنداری کہ حق از من جدا ست
13. چشم نیکوہ باز کن در من نگر — تابہ بینی نور حق اندر بشر
14. کعبہ رایکبار بیتی گفت یار — گفت یا عبدی مرا ہفتاد بار
15. بایزیداکعبہ را در یافتی — صد بہا و عزیز و صد فر یافتی
16. بایزید آں نکتہارا ہوش داشت — ہمچو زریں حلقہ اش در گوش داشت
17. آمد ازوے بایزید اندر مزید — منتی در منتی آخر رسید

ترجمہ:لوگوں کے پیشوا حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ مکہ معظمہ کی جانب حج اور عمرہ کے ارداے سے تیز چلے۔
راہ میں نئے چاند کی طرح ایک کبڑا بزرگ دیکھا اس میں شان و شوکت اورمردوں جیسی گفتگو پائی۔
عرض کی میں چاندی کے دو سو درہم اپنے پاس رکھتا ہوں میں نے اپنی چادر کے ایک کونے میں انھیں مضبوط باندھ رکھا ہے۔
جب حضرت بایزید نے اسے اقطاب زمانہ میں سے پایا تو عجز و انکساری کا اظہار کرکے اس کی خدمت کے لیے دوڑ دھوپ کرنے لگے۔
اس نے فرمایا:اے بایزید!کہاں جانے کا ارادہ ہے،تو نے کہاں جانے کے لیے سامان سفر اختیار کیا۔
حضرت بایزید نے انھیں جواب دیا کہ آج بڑے شوق سے کعبہ شریف کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہے،پھر فرمایا وہاں تو اپنے ساتھ کیا زاد راہ رکھتا ہے۔
انھوں نے فرمایا:تو سات مرتبہ میرے گردا گرد طواف کرلے(یعنی چکر لگالے)اور پھر طواف حج سے اسے زیادہ بہتر شمار کر۔
در حقیقت وہ حق ہے جو تیری جان نے دیکھا ہے کہ اس نے مجھے اپنے گھر پر فضیلت اور فوقیت بخشی ہے۔
اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ کعبہ شریف اس کی بھلائیوں کا گھر(مرکز)ہے،لیکن میری تخلیق تو اس کے اندرون خانہ سے ہوئی ہے۔جب وہ گھر بنایا تو اس کا چکر نہ لگایا اور اس گھر میں بغیر اس زندہ جاوید کے کوئی دوسرا نہیں آیا۔
جب تو نے مجھے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھا گویا کہ تو نے سچائی کے کعبہ کے آس پاس پھیرے لگائے۔
میری خدمت کرنا در اصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تعریف ہے،لہذا یہ نہ سمجھنا کہ حق مجھ سے دور ہے۔
اچھی طرح آنکھ کھول کر مجھے دیکھ تاکہ تو انسانی لباس میں نور حق دیکھے۔
کعبہ شریف کو ایک دفعہ یار نے اپنا گھر فرمایا لیکن اس نے ستر مرتبہ مجھے اے میرے بندے کہہ کر بلایا۔

اے بایزید!اگر تونے کعبہ شریف کو پالیا تو یوں سمجھ لیجیے کہ تو نے سیکڑوں عزت و شوکت اور مرتبے کو پالیا۔
جب وہ باریک باتیں حضرت بایزید کے عقل و ہوش میں بیٹھ گئیں،تو گویا انھوں نے سنہری بالی اپنے کان میں ڈال لی۔
ان کی زیارت سے حضرت بایزید میں معرفت کا اضافہ ہوگیا،اور سلوک میں انتہائی طالب اپنے مدعا کی انتہا کو پہنچ گیا۔

[فتاوی رضویہ،ج:۲۲،ص:396-398،رضا فاؤنڈیشن لاہور]

بادشاہ ہند شاہ جہاں کا فرزند دارہ شکوہ قادری اپنی کتاب سکینۃ الاولیا میں حضرت میاں میر قادری علیہ الرحمہ کے متعلق لکھتا ہے:

``و ہر شب جمعہ خلقی انبوہ بطواف و زیارت مرقد منور آں قدوۂ اولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفتہ مستفیض می گردند، خصوصا ہر کہ از اصحاب میانجیو است لازم دارد کہ ہر شب جمعہ خود را بطواف آں کعبۂ مقصود مشرف سازد،وہر کس را حاجتی و مرادی باشد،از رفتن و زیارت کردن آں مرقد متبرک بحصول انجامد``

ترجمہ:اس قدوۃ الاولیا رضی اللہ عنہ کے مزار کے طواف و زیارت کے لیے ہر جمعرات کو کثیر تعداد میں لوگ آتے اور مستفید ہوتے ہیں،بالخصوص حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب ہر جمعرات کو اس کعبۂ مقصود کے طواف کا شرف حاصل کرنا ضروری سمجھتے ہیں،جو شخص مراد مانگنے آتا ہے،اس متبرک مزار کی زیارت کے بعد اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔ [سکینۃ الاولیا،ص:97،کیفیت وفات میاں میر،مؤسسہ مطبوعات علمی ایران]

تیرھویں صدی کے مجدد اور حضرت سید آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کے استاذ محترم حضرت شیخ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد محترم جناب حضرت محدث شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" نامی اپنے رسالہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

چوں در مقبرہ در آید ،دوگانہ بروح آں بزرگوار ادا کند ،اگر سورۂ فتح یاد باشد،در اول رکعت بخواند و در دوم اخلاص و الا ہر دو رکعت پنج بار اخلاص بخواند،و بعدہ قبلہ را پشت دادہ بنشیند،و یک بار آیت الکرسی و بعضے سورتہا کہ در وقت زیارت کی خوانند،چنانچہ سورۂ ملک	جب مقبرہ میں داخل ہو تو دو رکعت اس بزرگ کی روح کے لیے ادا کرے،اگر سورۂ فتح یاد ہو تو پہلی رکعت میں پڑھے۔اور دوسری میں اخلاص پڑھے۔اگر فتح یاد نہ ہو۔تو دونوں رکعتوں میں پانچ پانچ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔اس کے بعد قبلہ کی طرف پشت

نذرانۂ عقیدت

بحضور قطب عالم سید ابوالوقار رحمۃ اللہ علیہ

سید ساجد حسنین مرحوم

دیکھنا ہو اگر نور حسن ازل ان کے روضے کا آ کر نظارہ کرو
یہ مدار دو عالم کے ہیں جان نشیں ان کی چوکھٹ پہ دامن پسارا کرو

مرتبہ ان کا عرفان سے ماوریٰ جان حسنین ہیں عاشق مصطفیٰ
ان کی توصیف کا حق نہ ہوگا ادا لاکھ جذبات کو آشکارا کرو

دل میں پیدا کرو الفت دائمی لیکے آگے بڑھو نام کلب علی
تم وقاری مداری بنو ساتھیو ایسے دنیا میں جینا گوارا کرو

دردمندوں جو ہو دور حد سے سوا اس سے بچنے کا ہے ایک ہی راستہ
تم انہیں کے وسیلے سے اے ساتھیوں قطب ہر دوسرا کو پکارا کرو

یہ تو خود ہی ہیں ساجد خدا کے ولی بے طلب جو عطا کر دیں ایسے سخی
ان سے یہ عرض کرنے کی حاجت ہی کیا میری قسمت کا روشن ستارہ کرو

و غیرہ ذالک بعد قل گوید،پس از فاتحہ یازدہ بار سورۂ اخلاص بخواند و ختم کند،تکبیر گوید و بعدہ ہفت کرہ طواف کند،درآں تکبیر بخواند و آغاز از راست بکند، بعدہ طرف پایاں رخسار نہد و بیاید نزدیک روے میت بنشیند بگوید یا رب بست و یکبار و بعد اول طرف آسمان بگوید یا روح و در دل ضرب کند یا روح الروح مادام کہ انشراح یابد ایں ذکر بکند ان شاء اللہ تعالیٰ کشف قبور و کشف ارواح حاصل آید۔

کر کے بیٹھ جائے،اور ایک بار آیت الکرسی اور وہ سورتیں پڑھے،جو عموما زیارت کے وقت پڑھی جاتی ہیں، مثلا سورۂ ملک وغیرہ اس کے بعد قل پڑھے،اور فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر ختم کرے اور تکبیر کہے،اس کے بعد سات دفعہ طواف کرے،اور اس میں تکبیر پڑھتا جائے،اور دائیں طرف سے طواف شروع کرے،اس کے بعد پاوں کی طرف رخسار رکھے،اور میت کی طرف بیٹھ کر اکیس بار یا رب کہے،پھر آسمان کی طرف رخ کرکے یا روح کہے،اور اپنے دل پر یا روح الروح کی ضرب لگائے،جب تک انشراح نہ ہو،یہ ذکر کرتا رہے،ان شاء اللہ تعالیٰ کشف قبور اور کشف ارواح یہ دونوں حاصل ہو جائیں گے۔

[الانتباہ فی سلاسل الاولیا ،ص:100/99،ذکر برائے کشف قبور، مطبوعہ برقی پریس دہلی]

صاحب حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ جو اکابر علماے دیوبند کے بھی پیشوا ہیں،آپ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہوا کہ صاحب قبر کے ساتھ مناسبت روحی پیدا کرنے،اور فیوض و برکات حاصل کرنے کی نیت سے اولیاے عظام کے قبور ومراقد کا طواف جائز و معمولات اہل سنت سے ہے۔

چونکہ سرکار اولیاے کاملین اور ملک العارفین حضور سیدنا وسندنا بدیع الدین زندہ شاہ مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب مبارک پر نعمات الہیہ اور فیوض و برکات لامتناہیہ کے انوار و تجلیات مسلسل حریم قدس سے وارد ہوتے رہتے تھے، اسی لیے اصحاب عرفان حقیقت،عاشقان راہ طریقت ،طالبان برکات و رحمت،دیوانگان ذات اقدس اور خادمان درگاہ عزت مرقد منور پر ہر چہار جانب سے اور ہر چہار جالیوں سے ان فیوض وبرکات سے مالا مال ہونے کا قصد کرتے ہیں،اور اس مرقد پر انوار برکت آثار کے گردا گرد طواف کرکے اپنے عشق،دیوانگی اور طلب و خدمت کا حصہ لیتے ہے۔

مخدوم زادہ حضرت سید محمد اکبر حسینی قدس سرہ ملفوظات گیسو دراز بندہ نواز میں لکھتے ہیں:

``روز دو شنبہ بست و نہم ماہ مذکور وقت نماز دیگر در باب طواف غیر کعبہ بود کمترین خدمت گاران روایت سجی بصحابہ خواند کہ عن علی رضی اللہ عنہ رأیت رسول اللہ ﷺ و الحلاق یحلقہ و أصحابہ یطوف بہ حولہ و یقصدون أن لا یقع شعرۃ من شعراتہ علی الأرض. علی می فرماید کہ رسول اللہ محلوق می شد در حجۃ وداع و یاران رسول اللہ گرد رسول اللہ می گشتند واہتمام و قصد می نمودند تا موے مبارک رسول اللہ بر زمین نیفتد``

ترجمہ:بروز پیر 29/صفر المظفر ایک نماز کے وقت غیر کعبہ کے طواف کے بارے میں ذکر ہوا،خاکسار نے صحابہ سے متصل ایک روایت پڑھی،عن علی رضی اللہ عنہ رأیت رسول اللہ ﷺ و الحلاق یحلقہ وأصحابہ یطوف بہ حولہ و یقصدون أن لا یقع شعرۃ من شعراتہ علی الأرض،یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سر شریف مونڈایا،اور صحابۂ کرام رسول کریم ﷺ کے اردگرد طواف کر رہے تھے،اور کوشش کر رہے تھے کہ حضور کے موے مبارک کا ایک بال بھی زمین پر نہ گرے۔

[جوامع الکلم المعروف بہ ملفوظات بندہ نواز گیسو دراز،ص:324، مطبوعہ نظامی پریس عثمان گنج حیدآباد]

حضرت احمد سعید مجددی فاروقی علیہ الرحمہ تحقیق الحق المبین میں رقم طراز ہیں:

``مولف اربعین نے کہا کہ اسی طرح قبر کے گرد طواف کرنا جائز نہیں،میں کہتا ہوں کہ ملا علی قاری کی عبارت سے ممانعت معلوم ہوتی ہے،مگر مطالب المومنین میں اس کا جواز نقل کیا گیا ہے،حیث قال و إن کان قبر عبد صالح و یمکن أن یطوف حولہ طاف ثلاثا أو سبعا،ترجمہ:اگر قبر بندۂ صالح کی ہے،اور اس کے گرد چکر لگانے بھی ممکن ہیں،تو تین یا سات مرتبہ چکر لگائے،نیز مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں ابو الخیر سے جواز کی روایت نقل کی ہے``

[تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین (مترجم)،ص:123،مکتبہ مجددیہ حیدآباد پاکستان]

سلسلۂ اشرفیہ کے محدث اعظم حضرت علامہ و مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ "تین اہم مسائل"میں لکھتے ہیں:

``دوسری قسم طواف استفاضہ ہے،اور اس کی حقیقت اتنی ہے کہ قبور بزرگان دین کے گرد اس لیے پھرے کہ صاحب قبر سے فیوض و برکات حاصل کرے،اس طواف کو طواف اس لیے کہتے ہیں کہ عربی زبان میں طواف کے معنی کسی چیز کے گرد گھومنا ہے،ورنہ وہ اصطلاح جو طواف خانۂ کعبہ کی ہے،اس سے کچھ لگاو نہیں ہے...طواف افاضہ و استفاضہ کے بھی دو معنی ہیں،ایک مکہ معظمہ کے بھی ایک خاص طواف کو کہتے ہیں،اصطلاح متاخرین میں جس کا پتہ کلام متقدمین میں نہیں ملتا،اور دوسرے وہی طلب فیض بزرگان جو اوپر مذکور ہوا۔ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔ بہر حال اس طواف قبور کے متعلق جو اختلاف ہے،وہ علما میں ہے،اور اس اختلاف کا بہترین نتیجہ یہ ہے کہ عام طور پر نہ کرنا کرنے سے زیادہ بے خطر ہے،اور کرنے والوں پر طعن کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے،لیکن عرفا میں یہ مسئلہ بلا اختلاف ہے،ہمیشہ سے اہل اللہ جو یقیناً اہل التقویٰ و اہل الخشیۃ ہیں،طواف قبور کرتے اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔

[تین اہم مسائل،ص:40،41،مطبوعہ اشرفیہ اسلامک فاونڈیشن]

سلسلۂ اشرفیہ کے محدث اعظم لطائف اشرفی کا حوالہ نقل کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

``یہ تعلیم اس بارگاہ عالم پناہ کی ہے،جس کی نسبت غلامی پر مستفتی اور اس کے جوار کے مسلمانوں کو پانچ سو برس سے ناز ہے،بلکہ جوار مستفتی کے مشہور مناع غنیمت حسین کو اسی سرکار کی نسبت اورانھی کی تعلیمات کی اشاعت کا دعویٰ ہے،اب کس کے منھ میں زبان اور سینے میں جگر ہے،جو ایمان سے بے پرواہ ہو کر اس تعلیم غوث کو شرک و بدعت، حرام و ناجائز کہہ کر معاذ اللہ بارگاہ غوثیت سے اعراض کا مجرم ہو۔``

[تین اہم مسائل،ص:43،مطبوعہ اشرفیہ اسلامک فاونڈیشن حیدرآباد ہند]

آپ کی اس کتاب کے اخیر میں مندرجہ ذیل حضرات کی تصحیحات موجود ہیں:

1. اعلیٰ حضرت علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ
2. حضرت محمد سلیمان بھاگل پوری علیہ الرحمہ
3. حضرت سید محمد نعیم الدین مفسر مرادآبادی علیہ الرحمہ
4. حضرت مولانا احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ وغیرہ۔

[مرجع سابق،:47،48،مطبوعہ اشرفیہ اسلامک فاونڈیشن حیدرآباد انڈیا]

علمائے دیوبند اور طواف مزارات

تعظیم و تقرب کے بجائے حصول برکت اور مناسبت روحی پیدا کرنے کے لیے طواف کرنا اور چکر لگاناعلمائے دیوبند کے نزدیک بھی کسی قدر جائز مانا گیا ہے۔جیساکہ علمائے دیوبند کے امام مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں لکھا ہے:

``شاہ ولی اللہ صاحب کا ارشاد طواف اصطلاحی نہیں ہے،جو تعظیم و تقرب کے لیے کیا جاتا ہے،اور جس کی ممانعت بے نصوص شرعیہ سے ثابت ہے،بلکہ طواف لغوی ہے،یعنی محض اس کے مزار کے گرد پھرناواسطے پیدا کرنے مناسبت روحی کے صاحب قبر کے ساتھ اور لینے فیوض کے بلا قصد تعظیم و تقرب کے،اور وہ بھی عوام کے لیے نہیں،جن کو فرق

مراتب کی تمیز نہیں، بلکہ اہل نسبت کے لیے جو جامع ہو درمیان شریعت و طریقت کے``

مزید آگے رقم کرتے ہیں:

``اسی طرح کشف قبور کے عمل میں جو طواف ذکر کیا ہے، وہ بھی تعظیم کے لیے نہیں ہے، جیساکہ عوام الناس بلکہ بعض خواص کالعوام کرتے ہیں، محض اثر لینے کے لیے اس کے چاروں طرف پھرے``

[حفظ الایمان مع بسط البیان، ص:11/10، مکتبہ تھانوی دیوبند]

علمائے دیوبند کے امام کی اس تحریر سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کے قبور سے برکت حاصل کرنے اور صاحب قبر کے ساتھ مناسبت روحی پیدا کرنے کی نیت سے قبر کے گرداگرد پھرنا اور طواف کرنا جائز ہے۔ البتہ تقرب و عبادت و نہایت تعظیم کی نیت سے طواف کرنا جائز نہیں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ:

ابو الحماد محمد اسرافیل حیدری مداری غفرلہ

خادم دار الافتا آستانۂ عالیہ مداریہ و جامعہ عربیہ مدار العلوم مدینۃ الاولیا مکن پور شریف

حضور سید منظر علی وقاری

کے عرس مقدس کی

پاکیزہ تقریبات 22,23 ستمبر 2022ء کی

''ادارہ رہبر نور'' عرس منظر ابو الوقار رحمۃ اللہ علیہ

کی عالم اسلام کو مبارکباد پیش کرتا ہے

نگاہ ابوالوقار

از ڈاکٹر منظور احمد خاں صاحب منظرؔ

منظور ہے گذارش احوال واقعی

انسان کی ساخت میں آب و گل کے سوا کچھ نہیں مگر قدرت کا نورانی ہاتھ اس جسد خاکی کو صیقل کر کے ایسا مجلّی بنا دیتا ہے کہ انسان ایک محیر العقول تبدیلی حاصل کر کے ایک نئے قالب میں ڈھل جاتا ہے اور جب اسے توفیق عرفان و بصیرت ملتی ہے اور وہ معرفت باری تعالیٰ کے منازل طے کرنا چاہتا ہے تو قدرت کا ہاتھ اس ذرۂ ناچیز کو مہر درخشاں بنا دیتا ہے جس کی ضیا باریوں سے ساری کائنات منور ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی پاکیزہ صورت وسیرت انسان کو ولی کامل، صوفی و صافی اور روشن دل بزرگ کہا جاتا ہے۔

جس کو ایسا روشن دل عطا فرمایا ہے اس کی سب سے بڑی خوبی اخلاق الٰہیہ سے متصف ہونا ہے۔ یہ قلب روشن تجلی گاہ الٰہی ہے اور ایسا ہی دل ایک مبارک امانت ہے۔ جس قالب میں یہ ساکن ہو وہی برکت و عظمت والا ہے۔

جس جگہ ایسوں کا نقش کف پا ہوتا ہے\
بس وہیں سجدۂ ارباب وفا ہوتا ہے

مجھے ایک ایسے ہی ولی کامل کے چشم کشاں حالات زندگی اور کرامات و کمالات سے چند صفحات کو زیب و زینت دینا ہے۔ وہ عظیم المرتب ہستی جناب قطب زماں، غوث دوراں حضرت الحاج مولانا سید کلب علی صاحب ضیغم ابوالوقار مداری رحمۃ اللہ علیہ ساکن دارالنور مکن پور شریف کی ہے۔

میں نے ابھی تک جو کچھ لکھا ان سے زیادہ خوبیوں کے حامل ہیں۔ آپ میرے وطن موضع رورا میں اس وقت سے تشریف لائے تھے جب میں آپ کی ذات بابرکات سے متعارف نہیں تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ کے تصرفات روحانی نے رورا کو روئے...... بنا دیا۔

جب میں ڈاکٹری کے کورس سے فارغ التحصیل ہوا ایک روز میرے چچا قبلہ حکیم عبدالغفور خاں صاحب مرحوم نے مجھے آپ کی خدمت میں لے جا کر قدموں پر ڈال دیا۔ جب میری نظر حضرت کی نظر سے ملی تو معاً دل کی یہ کیفیت ہو کے رہ گئی۔

بسمل نہ شد دل سن از خوبر دی جاناں\
دیرینہ سال پیرے بردش بہ یک نگاہے

آج بھی جب وہ ڈگری یاد آجاتی ہے تو دل کا عالم عجیب ہوتا ہے، میرے مخلصین اور عقیدت مندان اولیاء کا اصرار ہے کہ میں کچھ چشم دید واقعات و کرامات جو میری نظر سے گذرے ہیں انہیں ضبط تحریر میں لاؤں مگر ساگر کو گاگر میں

بند کرنا اس لئے مشکل ہے کہ ''دامان نگہ تنگ ، وگل حسن توبسیار'' پھر بھی جو کچھ ممکن ہوگا ضرور سپردِ قلم کروں گا تا کہ دشمنانِ اولیاء کے لئے باعث عبرت ہو اور میرے لئے ذریعۂ تحصیل ثواب بنے۔

قطب عالم حضرت مولانا سید ابوالوقار رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات محتاج تعارف نہیں جن حضرات کو شرف زیارت اور فیضان صحبت حاصل ہوا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ حضور کی ہر جنبش زندہ کرامت تھی اور ہر قدم اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حامل تھا۔ آج بھی ان کے کمالات روحانی زبان وزدِ خلائق ہیں۔ در حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را۔ آپ حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی کی اولاد سے ہیں حسباً ونسباً سادات حسنی حسینی میں ہیں۔ آپ کو سلسلۂ عالیہ مداریہ میں خلافت واجازت حاصل ہے۔ لاکھوں مریدین ہیں اور ہزاروں خلفاء۔ خلفاء میں ایسی ایسی ہستیاں ہیں جو ولی ہی نہیں ولی گر بھی ہیں۔ تمام خلفاء ذی ہوش، ذی شعور اور پابند شریعت ملتے ہیں۔ آپ نے اور آپ کے خلفاء نے اس طرح تبلیغ اسلام فرمائی ہے کہ لاکھوں انسان بندۂ بے دام ہو گئے اور نہ جانے کتنے کفار ومشرکین حقانیت اسلام کو تسلیم کر کے آپ کی نگاہ کیمیا اثر سے ولی صفت بن گئے۔

میں پڑھا کرتا تھا:۔

گر تو سنگِ خارۂ مرمر شی
چوں بہ صاحب دل رسی گوہر شوی

مگر یہ سب کچھ میں نے عین الیقین اور حق الیقین کی شکل میں پالیا جس کے لافانی نقوش نا قابل فراموش ہیں۔ آج بھی آپ کے آستانۂ مبارکہ پر ہی نہیں آپ کے ہر گلی کوچے پر انوار تجلیات کی ہمہ وقت بارش ہوتی رہتی ہے۔

ولی ہونے کیلئے کشف وکمال کی شرط نہیں ہے۔ جس کا قول وفعل کتاب وسنت کے مطابق ہو جس سے احکام الٰہی کی زندگی کے کسی شعبے اور گوشے میں خلاف ورزی نہ ہوتی ہو یہی ولایت اور قطبیت ہے۔ پھر بھی وہ تصرفات وکرامات جن کا تعلق میری ذات سے ہے اگر پیش نہ کروں تو کفران نعمت ہے۔ آپ کے اوصاف عالیہ پر میں ایمان تو بہت پہلے لا چکا تھا اور دل میں ٹھان لی تھی کہ آپ ہی کے دست حق پرست پر بیعت کروں گا لیکن آج کل کے چکر میں پڑا رہا اور صاحب، موصوف کا انتقال ہو گیا۔ میں نے پختہ عزم کر لیا تھا کہ میرے حضرت چالیس روز کے اندر عالم رویا میں جس کیلئے ارشاد فرمائیں گے میں انہیں سے بیعت ہو جاؤں گا۔ میں زمانے کے مکر وفریب سے کافی آشنا ہو چکا تھا اور سمجھتا تھا۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
بس نیاید داد در ہر دست دست

آخر کار عالم خواب میں ایک روز آپ نے اپنے دست مبارک میں میرا ہاتھ لے کر اپنے بڑے صاحبزادے سلطان العارفین سید العلماء جناب حضرت مولوی الحاج سید ذوالفقار علی صاحب قمرؔ (ابوالانوار) خطیب جامع مسجد مکن پور شریف کے دست شفقت میں دے دیا۔ صبح کو میں اپنے ہاتھ میں ایسی عجیب وغریب خوشبو محسوس کر رہا تھا کہ باید وشاید اور پھر بہت جلد اس خواب کی تعبیر بھی عالم ظاہر میں رہنما ہوگئی۔ کیسے کہہ دوں کہ آپ میری سانسوں اور دل کی دھڑکنوں میں ہمہ وقت رہے اور جے ہوئے نہیں ہیں۔ یقیناً آپ کے کمالات زندۂ جاوید ہیں۔ آپ کی نیکیاں زندہ ہیں آپ کی خوبیاں زندہ ہیں۔

زندگی میں انقلابات آتے ہی رہتے ہیں۔ کچھ دنوں بعد مجھے فشار الدم۔ بلیڈ پریشر اور اختلاج قلب کے امراض ہو گئے۔ نہایت اعلیٰ پیمانہ کا علاج کرا لیکن یہ ایسے ضدی

مہمان تھے کہ انہوں نے ہٹنے کا نام نہ لیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ انہوں نے موتیا بند کو بھی دعوت دے کر بلا لیا۔ اسی کے ساتھ یہ ہوا کہ دماغی تناؤ بڑھ کر دماغ کی رگ پھٹنے سے آنکھوں پر فالج گر گیا اور آنکھوں کی نچلی سطح میں ناکارہ رطوبت وفضلات نزلیہ منجمد ہو کے رہ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آنکھوں کی روشنی نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ گھر میں اہلیہ کو پھیپھڑوں کا دق ہو گیا۔ اکلوتا لڑکا ٹائی فائڈ کی زد میں آ گیا۔ یگانے بیگانے ہو گئے اور کیوں نہ ہوتے۔

بہ وقت تنگدستی تشنا بیگانہ می گردد
صراحی چوں شود خالی جدا پیمانہ می گردد

کہہ نہیں سکتا یہ میرے گناہوں کی سزا تھی کہ آزمائش؟ خدا کا شکر ہے کہ پھر بھی نہ اپنا ساغر ضبط چھلکا اور نہ ہاتھوں سے دامن صبر ہی چھوٹا۔ غرضیکہ ان ناسازگار حالات نے ایک ایک کر کے قریب قریب سارے معیاری اسپتالوں کی خاک چھنوا دی مگر جد وجہد سعی لا حاصل ثابت ہوئی۔ ارسلا، ہیلٹ، خیر آباد، سیتا پور، لکھنؤ، الہ آباد، گاندھی نیتر چکتسالیہ، علی گڑھ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جواہر لال روہتگی آئی اسپتال، اگروال آئی انسٹی ٹیوٹ دہلی وغیرہ وغیرہ۔ سب کے سب میرے لئے ناکام ثابت ہوئے بالآخر مایوس ہو کر بڑے بڑے ڈاکٹروں نے یہ متفقہ فیصلہ سنا دیا کہ آپ کے کلی امراض لاعلاج ہیں۔ ادھر کچھ اللہ کے بندے مجھ پر آوازے جس کے میری دل آزاری کا باعث بنے ہوئے تھے کہ منظور اپنے اعمال بھوگ رہا ہے۔ ان کا یہ طنز اور مضحکہ خیزی تیر ونشتر کا کام کر رہے تھے۔ بہ ایں ہمہ کوئی غیبی طاقت ایسی تھی جو مجھے زندہ رہنے پر مجبور کر رہی تھی اور جس کی حیات افسردہ صدائیں میرے کانوں میں آ رہی تھیں کہ

ایک دن تجھ کو بہاروں سے گذرنا ہے ضرور
آج راہوں میں تری خار مغیلاں ہی سہی

آخر کار کھانا پینا چھوٹ گیا صرف غم کے آنسو پیتا تھا اور اپنے خدا سے دعائیں کرتا تھا۔ مگر شاید اس خطا شعار کی دعاؤں میں بھی کوئی اثر نہ تھا۔ خودکشی کر لیتا اگر یہ نہ جانتا ہوتا کہ خودکشی گناہ عظیم ہے کسی طرح نجات نہ ہوگی۔ کوئی غیبی طاقت تھی جو میرے اور میرے خیالات فاسدہ کے درمیان حائل ہو کر مجھے مغلوب کر رہی تھی۔ ان مراحل سے گذرنے کے بعد میرے کرم فرما دوست نے میری روداد غم سن کر مشورہ دیا "منظر تم کو تو اپنے صبر وضبط پر بڑا ناز تھا، آج تم کو کیا ہو گیا ہے تم تو اکثر کہا کرتے تھے

اولیاء را ہست قدرت از الہ
تیر جستہ باز گرداند زراہ

نگاہ مرد مومن سے تو تقدیریں بدل جایا کرتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ تمہاری براہ راست نہیں سنتا تو تم اپنے سلسلہ مداریہ کے بزرگوں اور ولیوں کے توسل سے اس کے دربار میں عجز انکسار کے ساتھ گڑگڑا کر رحمت خداوندی کو جوش میں لانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ اللہ کا رحم وکرم اپنی رحمت اور تمہاری مصیبت کے درمیان کسی روحانی وسیلے کو ڈھونڈ رہا ہے۔ "رحمت حق بہانہ می جوید" مجھے موصوف کے اس مشورے سے کافی تسلی ہوئی اور یکا یک میرے پژمردہ ہونٹوں پر مسکراہٹ کی اک لہر دوڑ گئی۔ میں نے عہد کر لیا کہ اپنے دوست کے مشورے پر عمل کروں گا۔ رات کے سناٹے میں بستر خاک پر میں عاجزی کے ساتھ مصروف دعا تھا اور میرے تصور میں اس وقت بجز اپنے مورث اعلیٰ سرکار سرکاراں حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار رضی اللہ عنہ اور اپنے دادا پیر حضرت مولانا الحاج ابوالوقار سید کلب علی رحمۃ اللہ علیہ نیز اپنے پیر ومرشد کے کوئی نہ تھا۔ انہیں بزرگوں کو وسیلہ بنا کر اس بے نیاز سے سب

پکھ طلب کر رہا تھا اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ سب حضرات میرے سامنے ہیں۔ اور میں ان سے کچھ عرض کر رہا ہوں اسی عالم بیخودی میں آنکھ لگ گئی۔ خواب میں کہ میری آنکھوں میں بینائی آ گئی اور شاید میرا حال زار دیکھ کر میرے پیرومرشد کی آنکھوں میں نمی تھی مگر میرے کرم فرما مسکرا رہے تھے اور شاید یہ مسکراہٹ اس لئے تھی کہ وہ مجھے موسم خزاں میں مژدہ بہار پیش فرما رہے تھے۔ میں نے فرط مسرت سے قدم پکڑ لئے آپ نے اپنا دست شفقت میرے سر پر رکھا اور فرمایا ''منظور حسن غم نہ کرو تمہیں دربار قطب المدار میں مقبولیت کا شرف حاصل ہو گیا ہے سرکار نے تم کو اپنی غلامی میں قبول فرما لیا ہے ''میرے لئے یہ خوشخبری کتنی مسرت افزا تھی جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

اس کے فوراً بعد دیکھا کہ میری آنکھوں پر یکے بعد دیگرے کسی نے ایک نورانی نرم ونازک ہاتھ رکھ دیا ہے جس سے نہایت ٹھنڈی اور نورانی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ اس کے بعد دیکھا جیسے سرکار مدار رضی اللہ عنہ کے گنبد عالی کے سنہرے کلس سے نورانی شعاعیں نکل کر میری آنکھوں پر پڑ رہی ہیں جس سے آنکھوں کا درد فوراً اسی وقت کم ہو گیا مگر ابھی روشین نابود تھی صبح کو جب اٹھا تو میری بے چینی وبیقراری کافور ہو چکی تھی۔ سوچا خواب وخیال کی باتیں ہیں انسان جو سوچتا ہے وہی خواب میں دیکھتا ہے۔ مگر آگے چل کر معلوم ہوا کہ یہ محض خواب ہی نہیں تھا بلکہ سراپا حقیقت ہی حقیقت تھی جن ڈاکٹروں نے میرے امراض کو لاعلاج بتا کر مجھ کو مایوس کر دیا تھا میں نے ان کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ اب آپ میرا علاج کیجئے اور میں آپ کو کامل یقین دلاتا ہوں کہ مجھے یقینا شفا ہو گی۔ وہ یہ سمجھے کہ مصائب وآلام میں یہ شخص اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا ہے۔ میں نے انہیں بار بار یقین دلایا کہ میرے حواس درست ہیں یہ سن کر سب ڈاکٹر کہنے لگے کہ منظر صاحب تین ماہ سے تمہارا علاج ہو رہا ہے مگر امراض میں کوئی کمی نہیں آج رات بھر میں تم کیسے آپریشن کے قابل ہو گئے۔ جب تک ذیابیطس۔ بلڈ پریشر وغیرہ نارمل نہ ہو جائیں آنکھوں میں عمل جراحی کیلئے ہاتھ لگانا ڈاکٹری اصول کے سراسر منافی ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ جانچ کر لیجئے مصارف کا میں ذمہ دار ہوں۔ وہ تو کہئے کہ میرے شیخ کی توجہ کے اثر اور میری خدمات سے تمام ڈاکٹر مجھ سے مانوس ہو گئے تھے ورنہ وہ لوگ مجھ پر ضرور برس پڑتے۔ کیوں کہ میں اصول اور دستور کی خلاف ورزی کر رہا تھا۔ آخر کار جانچ ہوئی اور متعدد بار ہوئی اور جب میرے امراض طبعی حالات میں نکلے تو سب کے سب نہایت سنجیدہ اور حیرت زدہ تھے۔ یہ تو عجیب معمہ ہے کل تک جو لاعلاج تھا وہ آج قابل علاج کیسے ہو گیا۔ میں تمام ڈاکٹروں کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ بار بار اصرار کرنے پر مجھے ان ماہرین امراض چشم کو مجبوراً سب کچھ بتانا پڑا تھی کہ وہ مادیت پرست روحانیت کے قائل ہو گئے۔ اب تو ایسا لگتا تھا کہ وہ میرے شاگرد تھے اور میں ان کا استاد۔ وہ سب میرے مرید تھے اور میں ان کا پیر۔ اس لئے کہ روحانی علاج وشفا کے سامنے ان کی ڈاکٹری سائنس نے اپنا دم توڑ دیا تھا۔ اس کے بعد جو بھی آپریشن ہوا وہ کامیاب ہوا اور یہ ہے کہ روحانی آپریشن تو پہلے ہی ہو چکا تھا بعد میں جو کچھ ہوا وہ محض خانہ پوری تھی۔ آج اس کفر والحاد کے دور میں ایسے بھی لوگ ملت اسلامیہ میں نظر آ رہے ہیں جن کی گمراہی اسقدر نقشہ عروج پر پہنچ چکی ہے کہ وہ تصرفات باطنی کے قائل ہی نہیں ہیں۔ ایسے لوگ اولیاء کرام وصوفیائے عظام سے کیا مستفیض ومستفید ہو سکتے ہیں۔

تہی دستاں قسمت راچہ سوداز رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرہ سکندر را

مجھے تو اسی دہلیز سے بینائی ودانائی اور آگہی حاصل ہوئی ہے۔

بدیع الدین سے نسبت ہوگئی ہے
مکن پور سے محبت ہوگئی ہے
ملیں حضرت سے آنکھیں جب سے منظر
ہراک باطل سے نفرت ہوگئی ہے
کیا کہوں کلب علی کی پاک ذات
جن کو جانے اور مانے کائنات
ان سے پھیلا ہرجگہ دین مبیں
ان کے ہر ذرے پہ روشن صفات
ان کی طاقت مجھ سے اے منظر نہ پوچھ
یہ بدل سکتے ہیں نظم کائنات

آپ آج بھی قلوب وارواح کی بنا پر ابرنو بہار بن کر برس رہے ہیں۔آپ کا آستانہ آج بھی تصوف اسلام کی جان۔ اخلاق وروحانیت کا مرکز عشق ومحبت الٰہی کا منبع۔ ہدایت وسعادت کا سرچشمہ۔اور حقائق ومعارف کا بہتا ہوا دریا ہے۔

بیا کہ بزم طرب خیزجاں فزاینجاست
بیا کہ جابجا انوار مصطفیٰ اینجاست
جناب حضرت اقدس حضور کلب علی
بیا کہ درد دل ہر کسے شفاانیجاست

☆☆☆

نذرانۂ عقیدت

مولانا اکبر علی ندوی

رحمت حق از فلک مائل ترست
ہمہ جمع ملائک ہرسرت
شمس افلاک ازدریچہ ضوفگن
عکس آر درانجمن زیروبرست
میہماں اشب رسول داوراند
ایں مقام جاں سپردن بردرست
عرس پاک سروقد ایں کدام
عاشقاں گفتند دلبر دلبر است
جاں جاں جان جہاں جان مدار
نور بزم عارف دیدہ ورست
بہریک دل ایں چہ سامان کردی
اے کہ زیب طاق وزیب منبرست
ابو الوقار ہم قبلہ ہم قبلہ نما
ہم مح ست ہم مسیحا دم گرست
کشتگان خنجر تسلیم را
ہرزماں از غیب جاں دیگرست

گیر اکبر دامن کلب علی
شافع از شافعاں محشرست

منفرد قطعات

بحضور عارف باللہ قطب عالم سید کلب علی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر سید مرتضیٰ حسین رہبرؔ ادیبی مکن پوری

تم فراز چرخ کے مہر مبیں کلب علی
تم امین خون ختم المرسلیں کلب علی
اپنا سیدھا سلسلہ ہے اپنی سیدھی نسبتیں
سرور عالمؐ، مدارالعالمینؒ کلب علیؒ

سید عظیم الباقی صاحب عظیم مداری

یہ نور بار فضائیں یہ ضوفشاں ماحول
اثر یہ الفت محبوب کردگار کا ہے
نہ برسے ٹوٹ کے کیوں اس پہ رحمت باری
یہ آستانہ جگر گوشۂ مدار کا ہے

حضرت علامہ سید معزز حسین صاحب ادیبؔ مکن پوری

السلام اے روح وجانِ عاشقاں کلب علی
السلام اے سرگروہِ عارفاں کلب علی
دشمنان اولیلاء اینست لرزیدہ اند
السلام اے ضیغم قطب جہاں کلب علی

سید ریحان احمد صاحب شررؔ

مزار سید کلب علی پہ شام وسحر
نثار خلد بریں کی بہار ہوتی ہے
اگر نگاہ حقیقت نگر میسر ہے
یہیں زیارت قطب المدار ہوتی ہے

سید محبوب الحسن صاحب محبوبؔ

کیف وسرور حب نبی لے کے آئے ہیں
میکش ہیں شوق بادہ کشی لیکے آئے ہیں
اک معرفت کا جام پلادیجئے حضور
ہم بھی کمال تشنہ لبی لیکے آئے ہیں

سید امین الحق صاحب امیںؔ مداری

گلشن صفات کو بخشی بہار نو بہ نو
ہیں سنوارے اور سجائے کس قدر عرفاں کے باغ
مرحبا صد مرحبا اے نور عین قطب حق آپ
نے روشن کئے ہیں کتنے سینوں میں چراغ

نذرانۂ عقیدت

بحضور عارف باللہ قطب عالم سید کلب علی رحمۃ اللہ علیہ

منزل بلرام پوری

شاہ کلب علی آپ کی رفعتیں
کس قدر ہیں بلند آسماں کی طرح
کیا حصار نظر میں بھلا آسکیں
میری پرواز وہم وگماں کی طرح

شاہ کلب علی آپ کی رفعتیں
کس قدر ہیں بلند آسماں کی طرح

کوئی گستاخ جب بھی مقابل ہوا
قہر کی بجلیوں سے نہ وہ بچ سکا
آن میں رہ گیا دشمن سلسلہ
مٹ کے موہوم سے اک نشاں کی طرح

شاہ کلب علی آپ کی رفعتیں
کس قدر ہیں بلند آسماں کی طرح

جستجوئے سکوں میں لئے در بدر
یوں تو ہم کو پھری ہیں پریشانیاں
مل نہ پائی کہیں پھر بھی تسکین دل
دہر میں آپ کے آستاں کی طرح

شاہ کلب علی آپ کی رفعتیں
کس قدر ہیں بلند آسماں کی طرح

یوں تو فریاد رس اور بھی ہیں مگر
ہم دکھائیں کسے اپنا درد جگر
ہر دکھی پر کرے جو کرم کی نظر
کون ہے آپ سے مہرباں کی طرح

شاہ کلب علی آپ کی رفعتیں
کس قدر ہیں بلند آسماں کی طرح

رکھ لیا آپ کی نسبتوں نے بھرم
آشنا کیسے ہوتے نہ منزل سے ہم
ہر قدم پہ حضور آپ کے نقش پا
ہم کو روشن ملے کہکشاں کی طرح

شاہ کلب علی آپ کی رفعتیں
کس قدر ہیں بلند آسماں کی طرح

شاہ است حسین بادشاہ است حسین علیہ السلام

آل احمد رضوی

محرم اسلامی تاریخ وسال کا پہلا مہینہ ہے۔اسلام سے قبل بھی اس مہینہ کی حرمت عربوں میں قائم تھی، وہ اس مہینہ میں جنگ وجدل سے گریز کیا کرتے تھے۔اس مہینہ کی دسویں تاریخ کو عاشورہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔اس دن کی تکریم وتقدیس بھی اسلام سے پہلے قائم تھی۔کیونکہ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ خدا کے حضور قبول ہوئی۔حضرت ایوب علیہ السلام کو ابتلا سے بچایا گیا۔آج ہی کے دن حضرت داؤد علیہ السلام کی خطائیں معاف ہوئیں، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو فرعون مصر سے نجات ملی لیکن اسلام میں اس دن کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ اس دن نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے امت مسلمہ کو نیا خون اور نئی تازگی بخشی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں حق کی حمایت میں وہ سب کچھ کیا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور عمل تھا۔ یزید نے اسلام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔حسین رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ ایک ظالم اور فاجر شخص کی بیعت کرتے۔جب بیعت کے مطالبے نے زور پکڑا اور آپ کو مدینہ میں اپنی زندگی خطرے میں محسوس ہوئی تو آپ نے مدینہ چھوڑ کر مکہ جانے کا فیصلہ کیا تا کہ فریضہ حج کی ادائیگی کر سکیں۔اسی دوران اہل کوفہ نے آپ کو سیکڑوں خطوط لکھے، جن میں یقین دلایا گیا کہ ہم آپ کی مکمل حمایت کے لیے تیار ہیں۔اور اگر ہم کو آپ نے ہدایت نہ کی تو روز قیامت ہم آپ کے نانا سے شکایت کریں گے، آپ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفے کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔انہوں نے کوفے کے حالات سازگار پائے اور فوراً ہی آپ کو خط لکھا کہ آپ فوراً کوفہ آجائیں۔ دوسری طرف یزید نے ابن زیاد کو کوفہ بھیجا۔اس نے کوفہ پر ظلم وتشدد شروع کر دیا۔ابن زیاد کے تشدد سے تنگ آکر اہل کوفہ نے حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت ترک کر دی۔اس عرصہ میں مکہ کے حالات بھی خراب ہوتے نظر آئے تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے حج کو عمرہ میں تبدیل کیا اور کوفہ روانہ ہو گئے۔راستے میں آپ کو کوفہ کے حالات معلوم ہوئے اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم بھی ہوا۔یہیں راستے میں آپ کو حر کا لشکر بھی ملا جسے آپ رضی اللہ عنہ کی راہ روکنے کو بھیجا گیا تھا۔

۲ رمحرم الحرام ۶۱ ھ کو کربلا کے میدان میں آپ نے قدم رکھا۔جہاں ۷ رمحرم کو آپ اور آپ کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا گیا۔دریائے فرات سے خیام حسینی تک ایک قطرہ پانی تک نہ پہنچنے دیا گیا۔حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں حق وصداقت، اخلاص وعمل اور صبر وتحمل کا لاجواب عملی نمونہ پیش کیا۔آخر وقت تک باوجود تکالیف ومصائب کے، صلح کی کوشش کرتے رہے۔عمرو بن سعد سے صلح کی گفتگو کی، وہ

راضی بھی ہو گیا اور اس نے ابن زیاد کو خط بھی لکھ دیا مگر شمر نے شدید مخالفت کی اور عمرو بن سعد کو بھڑکایا۔ یہ ایک زردست مذہبی اصول کی تبلیغ تھی تا کہ فرض کی ادائیگی میں کوئی کمی باقی نہ رہ جائے۔ خون حسین رضی اللہ عنہ سے ہمیں درس ملتا ہے کہ جب تمام صورتیں اتحاد و عمل کے ساتھ حالات کی درستگی کی ختم ہو جائیں اور صلح سے بھی کوئی مقصد حاصل نہ ہو سکے تو پھر حق کو قائم و دائم رکھنے کے لیے اور باطل کو مٹانے کے لیے جان پر بھی کھیلا جائے۔ جب امام عالی مقام پر پانی بند کر دیا۔ ان پر اور اہل بیت پر مظالم توڑے گئے اور جب حسین رضی اللہ عنہ کو حالات سازگار ہوتے نظر نہ آئے تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے باطل کی یلغار کے مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔ شب عاشورہ باوجود ہزاروں تکالیف آپ نے عبادت خدا میں بسر کی۔ یہ دنیا کو ایک سبق دینا تھا کہ کیسی بھی مصیبت میں کیوں نہ ہوں رب العزت کی یاد سے غافل نہ رہنا چاہئے اور اسی سے مدد طلب کی جانی چاہئے۔ ساری رات عبادت میں گزاری اور شب عاشورہ کی صبح نماز فجر کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو اکٹھے ہونے کا حکم دیا۔ ان کے ساتھ بتیس سوار اور چالیس پیدل کل بہتر افراد تھے۔ میمنہ لشکر کا علمدار زبیر ابن القیس کو بنایا۔ میسرہ کا علمدار حبیب ابن مظاہر کو اور علم اپنے بھائی حضرت عباس کے ہاتھ میں دیا۔ فوج ترتیب دینے کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ نے خیمہ میں جا کر لباس جنگ زیب تن کیا اور پھر غازیان راہِ خدا کو جہاد کا حکم دیا۔ باری باری ایک ایک بہادر میدان میں آتا اور داد شجاعت اور جواں مردی سے لڑتا ہوا اپنے امام پر قربان ہو جاتا۔ جب سب ساتھی شہید ہو گئے ایک بھی ساتھی باقی نہ رہا تو حسین رضی اللہ عنہ خود جنگ کیلئے تیار ہو گئے۔

آپ میدان میں نکلتے ہیں۔ دشمن آپ پر یلغار کر کے آتے ہیں مگر کسی کو آپ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کوئی شخص آپ کے قتل کا گناہ اپنے سر لینے کو تیار نہ تھا۔ آخر شمر نے کہا۔ تمہارا برا ہو، کیا انتظار کر رہے ہو؟ کیوں کام تمام نہیں کرتے۔ اب ہر طرف سے آپ پر یلغار ہوئی لیکن آپ جس طرف رُخ کرتے دشمن کو بھگا دیتے۔ آخر کب تک اکیلے ہزاروں کا مقابلہ کرتے۔ عصر کے وقت زخموں سے چور گھوڑوں کے نیچے آئے اور تیروں کی بوچھار میں نماز ادا کی۔ ابھی آپ سجدے ہی میں تھے کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔ سنسان ابن انس نے آپ کا سر تن سے جدا کیا۔ ایسے وقت میں بھی آپ نے نماز ادا کر کے ایک زبردست فریضہ ادا کرنے کا درس دیا۔

صدیوں سے سر پہ خاک اڑاتی ہے کائنات
اب تک زمین پہ فرض ہے سجدہ حسین ؓ کا

روزہ عاشورہ نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک ساتھی چن چن کر مارا گیا۔ عباس علمدار کے شانے کاٹے گئے۔ علی اکبر کی جوانی خاک میں ملائی گئی۔ علی اصغر تیر کا نشانہ بنائے گئے۔ شہیدوں کے لاشے پامال کیے گئے۔ خیام حسین رضی اللہ عنہ میں آگ لگائی گئی۔ سکینہ کی بالیاں نوچی گئیں زینب اور ام کلثوم کے سروں سے چادریں چھینی گئیں۔

حق وصداقت اور تسلیم وصبر ورضا کی راہ میں شہید شہدائے کربلا نے جس عظیم قربانی کا مظاہرہ کیا۔ رہتی دنیا تک وہ بھلایا نہیں جا سکتا۔ یہ ہدایت ہر دور کے مسلمانوں کے لیے حیات تازہ ہے۔ خون حسین رضی اللہ عنہ کا تقاضا ہے کہ حق وصداقت کے لیے خواہ کتنی ہی بڑی قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے ادا کی جائے۔ ظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرو اور سر جھکانے کے بجائے سر کٹا دو۔ یہی حسین رضی اللہ عنہ کا درس ہے جو انہوں نے کربلا کے میدان میں دیا۔

غم حسین علیہ السلام اور ہم

ڈاکٹر آئی۔ایچ۔جعفری عامر

اگر ہم تاریخ کی اوراق گردانی کریں تو ہم دیکھیں گے کہ انسانیت کا کوئی بھی دور ایسا نہیں ہے۔جس میں تاریخ کا دامن خون آلود نہ رہا ہو ظلم وتشدد سے ہر دور میں مظلوموں کو کچلنے کی ناز یبا ہرکتیں کی گئی ہیں۔دنیا نے بے شمار مرتبہ صبر ورضا اور ایثار وقربانی کے منظر دیکھے ہوں گے۔ کبھی کسی بھائی نے اپنی بہن کیلئے جان گنوائی ہوگی۔کسی دوست نے اپنے دوست کیلئے خون بہایا ہوگا۔کوئی پتنی اپنے پتی کی چتا میں جلکر راکھ ہوگئی ہوگی۔کتنی بیٹیاں زمین میں زندہ دفن کردی گئی ہوں گی۔کسی نے سلطنت کیلئے خون کی ندیاں بہائی ہوں گی۔کسی نے وطن کی خاطر اپنے کو قربان کیا ہوگا۔تو کسی نے اپنی قوم کیلئے مصیبتیں جھیلی ہوں گی۔

اس حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ جتنی بھی تہذیبیں اور مذاہب دنیا میں آئے انھیں اپنے وقت کے فرعون نمرود اور شداد سے مقابلہ کرنا پڑا اور قربانیاں پیش کرنا پڑیں۔لیکن کربلا کی سرزمین پر جو قربانی پیش آئی دنیا اس طرح کی مثال دینے سے قاصر ہے۔تاریخ شاہد ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام کا یہ قول ''ظلمت کی زندگی سے موت بہتر ہے'' جسکو کربلا کے میدان میں عملی جامہ پہنا کر پوری انسانیت کو باطل کے سامنے نہ جھکنے کا درس دیکر حق کی آواز کو بلند کیا۔

شہادت اور قربانی دوسروں کے نفع کیلئے خود کو فنا کردینے کا نام ہے۔حضرت حسین علیہ السلام نے یہ عظیم قربانی دیکر دین اسلام میں امانت ودیانت،حق وصداقت،عدل وانصاف،صبر وقناعت کا نیا باب جوڑ دیا۔اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا ہم ان پاکیزہ اصولوں پر عمل پیرا ہیں؟ جس کیلئے حضرت حسین علیہ السلام نے اپنے کنبہ کو قربان کیا تھا؟ اگر نہیں تو کیا یہ اس ذات اقدس کی توہین نہیں ہے؟ کہ جس نے ظلمت کی زندگی پر موت کو ترجیح دی اور پورے کنبہ کو دین کی خاطر قربان کردیا۔جس کو سجدے کی حالت میں شہید کیا گیا ہو اور اس کے نام لیواؤں اور جانصاروں کی پیشانیاں سجدوں سے محروم اور زندگیاں عمل نیک سے خالی۔ہم صرف ڈھول تاشوں،کھیل تماشوں،تازیہ داری میں کیا جائز ہے کیا ناجائز میں الجھ کر رہ گئے ہیں اور ان پر ہوئے مظالم کو محسوس بھی نہیں کرتے۔ہم کسی پر طعن نہیں کس رہے ہیں بلکہ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔یہ ضروری نہیں کہ ہم ہی صحیح ہوں۔

ہم تو یہ سوچ رہے ہیں کہ صالحین نے اس سانحہ کو کیسے محسوس کیا اور انکا کیا ردعمل تھا؟ آیئے دیکھتے ہیں۔ایک مرتبہ حضرت باقر علیہ السلام نے حضرت زین العابدین علیہ السلام سے دریافت کیا ''باباجان! آپ نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ ہی سوتے ہیں ہر وقت خاموش اور بے چین رہتے ہیں آخر اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت زین العابدین علیہ السلام نے گہری سانس لیتے ہوئے فرمایا ''صاحبزادے کاش آپ نے مارکہ کربلا دیکھا ہوتا۔'' چند گھنٹوں میں دیکھتے ہی دیکھتے جسکا پورا کنبہ قتل کردیا جائے اور وہ بیمار جس میں بولنے تک کی سکت باقی نہ ہو بستر علالت پر لیٹے لیٹے اپنی حسرت بھری نگاہوں سے سارا ماجرا دیکھے۔بھلا کیسے کہہ دیا جائے کہ تمام عمر اسے نیند آئی ہوگی،اس نے کھایا پیا ہوگا ذرا سوچئے آج ہمارے یہا کوئی چھوٹا سا بچہ مر جاتا ہے تو ہمیں مہینوں کھانا پینا اچھا نہیں لگتا نیند بھوک پیاس سب اڑ جاتی ہے۔

تاریخ کی اوراق گردانی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت احمد بدیع الدین رضی اللہ تعالی عنہ ظاہری تعلیم سے فراغت کے بعد مشہد الحسین پر تشریف لے گئے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں دمشق جاتے ہوئے مظلومین کا قافلہ ٹھہرا تھا اس وقت یہ مقام ماروت مروسہ کہلاتا تھا۔ اس مقام پر ایک پتھر پر حضرت حسین علیہ السلام کا سر مبارک رکھا گیا تھا اور اس پھر نے حضرت حسین علیہ السلام کی گردن مبارک سے رسنے والے خون کو اپنے اندر محفوظ کر لیا تھا تاکہ رہتی دنیا تک کوئی اس سانحہ کو بھلا نہ سکے۔ الغرض جب حضرت سیّد احمد بدیع الدین قطب المدار المعروف زندہ شاہ مدار رضی اللہ عنہ مشہد الحسین پر تشریف لے گئے اور اس پتھر میں اپنے جد حضرت حسین علیہ السلام کے خن کا مشاہدہ کیا تو آپؒ کی کیفیت حضرت زین العابدین علیہ السلام کی جیسی ہوگئی یہاں تک کہ آپؒ تمام عمر غم حسین کو سینے سے لگائے تمام دنیا میں حق و باطل میں فرق کی تبلیغ کرتے رہے اور آپؒ نے تمام عمر نہ کچھ کھایا نہ پیا نہ سوئے۔ یہاں تک کہ تمام عمو کا روزہ رکھ لیا۔

★ قطب کوکن عارف باللہ ولی کامل ★

علیہ الرحمہ والرضوان

حضرت سید حاجی امان اللہ شاہ عرف حضوری شاہ

کی عظیم شخصیت آپ کی خدمات جلیلہ، آپ کی تبلیغی سرگرمیوں اور روحانی فیضان وکرم پر مبنی ایک تاریخی اور تحقیقی مضمون آنے والے شمارے کی زینت ہوگا۔

ادارہ ''رہبر نور'' حضرت سید حضوری شاہ علیہ الرحمہ کے عرس کی تقریبات کی مبارک باد

★ پیش کرتا ہے ★

تجدید اور مجدد

از۔ مولانا محمد ہاشم مصباحی بدیعی

بسمہ تعالی وبحمدہ والصلاۃ والسلام علی رسولہ وآلہ وصحبہ أجمعین۔

جس طرح خداے تعالی نے نظام کونی کے اجراواستحکام کے لیے اقطاب واغواث اور ابدال واوتاد کا ایک منظم جدول قائم کیا اور انھیں تعیین اوقات، ترقی، درجات اور التزام شرائط کے ساتھ قوم وامت کی رہ نمائی کے لیے مبعوث فرمایا، انھی مراتب ومناصب کی فہرست میں درج؟ مجددیت بھی ہے، جس کے علم بردار کو مجدد اور امثال کو بدیع الدین، محی الدین، معین الدین اور جلال الدین کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر صدی کے اختتام پر اپنے چند بندوں کو منتخب فرمالیتا ہے، جن سے دین اور شرائع دین کا احیا، کفر اور دواعی کفر کا خاتمہ ہو سکے، اللہ عز شانہ انھیں علم وحلم، ہمت وپامردی اور اعلی ذہنیت وفراست وغیرہ اوصاف سے متصف کر کے شرف مجدد سے نوازتا ہے۔

شیخ ملک احمد فاروقی گجراتی اپنی کتاب زاد الاحباب میں درجات ولایت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ومنہم المجدد وہو الذی یبعثہ اللہ تعالی علی رأس کل مأۃ سنۃ، لیجدد السنن التی اندرست کما روی عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:- إن اللہ تعالی عز وجل یبعث لہذہ الأمۃ علی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا"

ترجمہ: اور ولایت کی ایک نوع مجدد ہے، اسے اللہ تعالی ہر صدی کے آخر میں مردہ سنن کو زندہ کرنے کے لیے بھیجتا ہے، جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: یقیناً اللہ تعالی عز وجل ہر صدی کے اختتام پر اس امت کے لیے ایسے بندوں کو بھیجتا ہے، جو دین اسلام کو جلا بخشیں۔

(زاد الاحباب فی مناقب الاصحاب، ص:521، التکملۃ فی أنواع الأولیاء، المجمع الاسلامی مبارک فور اعظم جرہ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"من مناصب دورۃ الإیمان منصب المجددیۃ، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبعث اللہ فی أمتی بعد کل مأۃ رجلا یجدد لہا دینہا"

ترجمہ: مراتب ایمان میں سے ایک منصب مجددیت بھی ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی ہر صدی کے بعد میری امت میں ایسے شخص کو بھیجتا ہے، جو دین کو ازسر نو زندہ کرے۔

(تفہیمات الٰہیہ، ج:1، ص:40، مدینہ برقی پریس بجنور)

اب اولاً ہم درج ذیل مجدد کی لغوی واصطلاحی تعریف بیان کرتے ہیں، اس کے بعد حدیث کی چند اصولی مباحث پر گفتگو کریں گے۔

مجدد کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

مجدد عربی زبان میں باب تفعیل کا صیغہ فاعل ہے، اس کے معانی ہیں: جدت پیدا کرنے والا، نیا کرنے والا اور تازہ کرنے والا وغیرہ۔

الصحاح میں ہے:

``جد الشيء يجد بالكسر جدة صار جديدا وهو نقيض الخلق، وتجدد الشيء صار جديدا وأجده واستجده وجدده أي صيره جديدا``

ترجمہ: جوہری نے کہا``جد الشيء يجد جدة``یعنی کسی چیز کا نیا ہونا، اور یہ خلق کی ضد ہے، تجدد الشيء``یعنی کسی چیز کا نیا ہو جانا، أجده، استجده، اور جدده یعنی کسی چیز میں جدت پیدا کرنا، کسی چیز کو نیا کرنا۔

(الصحاح للجوهري، ج:1 ص:454، دار الكتب العلمية بيروت)

حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ مجدد کا اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

``إنما كان التجديد على رأس كل مائة لإنخرام علماء المائة غالبا واندرس السنن وظهور البدع، فيحتاج حينئذ إلى تجديد الدين، فيأتي الله من الخلف بعوض عن السلف``

ترجمہ: جب صدی کے اکثر علما بے بس ہو جاتے ہیں، سنتیں ناپید ہونے لگتی ہیں، بدعتوں کا دور دورہ ہونے لگتا ہے، تو اس وقت دین کو روح حیات بخشنے کے لیے مجدد کی ضرورت ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ پچھلی صدی کے مجددوں کا بدل پیدا کرتا ہے۔

(التنبئة بمن يبعثه الله، ص:13، دار الثقة للنشر والتوزيع مكة مكرمة)

فقیہ محمد بن عبد الرحمٰن عقلمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

معنى التجديد إحياء ما اندرس من العمل بالكتاب والسنة والأمر بمقتضاهما``

ترجمہ: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر جو عمل کرنا بند ہو گیا ہے، اسے زندہ کرنے اور ان دونوں کے مقتضی کا حکم دینے کا نام تجدید ہے۔

علامہ عبد الرؤف مناوی لکھتے ہیں:

``إحياء ما اندرس من أحكام الشرعية وما ذهب من معالم السنن وخفي من العلوم الدينية الظاهرة الباطنة``

ترجمہ: شرعی احکام جو مٹ گیے، سنتوں کی نشانیاں جو ختم ہو گئیں اور ظاہری و باطنی دینی علوم جو پردۂ خفا میں چلے گیے؛ کے زندہ کرنے کا نام تجدید ہے۔

(فيض القدير، ج:1، ص:357، دار الكتب العلميه بيروت)

ملا علی قاری ہروی لکھتے ہیں:

يبين السنة من البدعة ويكثر العلم ويعز أهله ويقمع البدعة ويكسر أهلها``

ترجمہ: مجدد وہ ہے جو سنت کو بدعت سے ممتاز کرے، علم کو پھیلائے، اہل علم کو قوت بخشے اور بدعت و اہل بدعت کی بیخ کنی کرے۔

(مرقاة المفاتيح، ج:1، ص:461، كتاب العلم، دار الكتب العلميه بيروت)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''المجدد رجل رزقه اللہ سبحانہ حظا من علم القرآن والحدیث ثم ألبس لباس السکینۃ فجعل یضع التحریم والوجوب والکراہیۃ والإستحباب و الإباحۃ موضعہا وینقح الشریعۃ عن الأحادیث الموضوعۃ وأقیسۃ القائسین وعن کل إفراط وتفریط ،ثم أظمأ اللہ أکبادا إلیہ،فأخذوا عنہ العلم''

ترجمہ: مجدد وہ ہے جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن وحدیث کا وافر حصہ عطا کرے، پھر اسے وقار وتمکنت کا لباس پہنائے اور وہ حرام، وجوب، کراہیت اور استحباب واباحت کو ان کا صحیح مقام دینے لگے، اور وہ شریعت کو خود ساختہ احادیث، قیاس آرائیوں اور ہر غلو و تشدد سے منقح کردے، بعد ازاں مرجع خلائق بن جائے، اور لوگ اس سے استفادۂ علم کریں۔

(تفہیمات الہیہ، ج:1 ص:40، مدینہ برقی پریس بجنور یوپی)

خلاصہ یہ ہے کہ مجدد وہ ہے جو شر انگیز فتنوں کی سرکوبی میں کمر بستہ رہے، سنتوں کا احیا کرے، اہل سنن کی نصرت وحمایت کرے، اور علوم دینیہ ظاہرہ وباطنہ سے واقف ہو۔

احادیث نبویہ میں مجدد کی حیثیت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إن اللہ یبعث لہذہ الأمۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا''

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ہر صدی کے اختتام پر اس امت کے لیے ایسے لوگوں کو بھیجتا ہے، جو دین کا احیا کریں۔

(سنن أبی داود، کتاب الملاحم، باب ما یذکر فی قرن المائۃ، رقم الحدیث:4291)

حدیث مذکور ثبوت مجددیت میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے روایت کرنے میں متفرد ہیں، یہ حدیث مختلف اسناد وطرق سے مروی ہے، لیکن سب کا محمل تقریبا یکساں ہے، البتہ حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کے تین شواہد ایسے نقل کیے ہیں، جن سے حدیث بالا کی مزید توضیح وتفہیم ہو جاتی ہے۔

اول:

''أخرج أبو إسماعیل الہروی من طریق حمید بن زنجویہ، قال: سمعت أحمد بن حنبل یقول: یروی فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن اللہ یمن علی أہل دینہ فی رأس کل مائۃ سنۃ برجل من أہل بیتی، یبین لہم أمر دینہم''

ترجمہ: حضرت ابو اسماعیل ہروی نے حمید بن زنجویہ کی سند سے تخریج کی ہے کہ انھوں نے حضرت امام احمد بن حنبل سے فرماتے ہوئے سنا کہ رسول کریم ﷺ سے مروی ہے: ہر صدی کی اختتام میں اللہ تعالیٰ دین اسلام والوں پر میری اہل بیت کے ایسے فرد کے ذریعہ

احسان فرمائے گا جو ان کے لیے دین کے معاملات واضح کرے۔

دوم:

سمعت عبد الملک بن عبد الحمید المیمونی یقول: کنت عند أحمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فجری ذکر الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، فرأیت أحمد یرفعہ و قال: روی عن النبی أنہ قال: إن اللہ یبعث لہذہ الأمۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یقرر لہا دینہا``

ترجمہ: حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ سے روایت ہے: یقیناً اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے آخر میں ایسے لوگوں کو بھیجے گا، جو دین کو قرار بخشیں گے۔

سوم:

``ذکر فی الخبر أن اللہ یقیض فی رأس کل مائۃ سنۃ رجلا یعلم الناس دینہم``

ترجمہ: حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے اختتام میں ایسے شخص کو منتخب کر لیتا ہے جو لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دے۔

(التنبئۃ بمن یبعثہ اللہ تعالیٰ، ص:22،23،24، دار الثقۃ للنشر والتوزیع مکۃ المکرمۃ)

حدیث کے چند پہلوؤں پر نظر:

رأس مائۃ کا مفہوم:

بعض محدثین جیسے علامہ مناوی وغیرہ کا موقف ہے کہ رأس مائۃ سے آغاز صدی مراد ہے، لیکن جمہور کا موقف یہی ہے کہ رأس مائۃ سے مراد اختتام صدی ہے نہ کی ابتدائے صدی اور یہی راجح ہے۔

مجد الدین ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

``وإنما المراد بالذکر من انقضت المائۃ وہو حی عالم مشہور مشار إلیہ``

(جامع الاصول فی احادیث الرسول، ج:11، ص:313، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ طاہر محدث پٹنی مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں:

``والمراد بالذکر من انقضت المائۃ وہو حی عالم مشہور``

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب ``تحفۃ المہتدین بأخبار المجددین`` میں فرماتے ہیں:

``والشرط فی ذلک أن تمضی مأۃ وھو علی حیاتہ بین الفئۃ``

(خلاصۃ الأثر فی أعیان القرن الحادی عشر، ج:3،ص:344،المکتبۃ الوھبیۃ)

ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ رأس مأۃ سے مراد اختتام صدی ہے نہ کی آغاز صدی۔

``من یجدد`` کی وضاحت:

ایک صدی میں کئی مجدد ہو سکتے یا نہیں، اس جانب مختلف آرا ہیں، ابن عساکر، امام سخاوی اور طیبی اعتبار سے جلال الدین سیوطی تعدد یعنی ایک صدی میں چند مجدد ہونے کے قائل نہیں ہیں، جبکہ امام بیہقی، مجد الدین ابن اثیر جزری، حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ اکثر محدثین تعدد کے قائل ہیں، اور یہی موقف احوط وارجح ہے۔

امام مناوی لکھتے ہیں:

``لا مانع من الجمع فقد یکون المجدد أکثر من واحد. قال الذہبی ``من`` ھنا للجمع لا للمفرد``

ترجمہ: یہاں جمع ممنوع نہیں کہ مجدد کبھی ایک سے زیادہ ہوتا ہے، چناں چہ امام ذہبی نے کہا کہ من یہاں جمع کے لیے ہے، نہ کہ مفرد کے لیے۔

(فیض القدیر، ج:1،ص:14،دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابن اثیر جزری جامع الاصول میں لکھتے ہیں:

``وذھب بعض العلماء إلی أن الأولی أن یحمل الحدیث علی العموم؛ فإن قولہ علیہ السلام: إن اللہ یبعث لھذہ الأمۃ علی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینہا، لا یلزم منہ أن یکون المبعوث علی رأس المأۃ رجلا واحدا، وإنما قد یکون واحدا وقد یکون أکثر منہ، فإن لفظۃ من تقع علی الواحد والجمع``

ترجمہ: بعض علما اس بات کے قائل ہیں کہ حدیث کو عموم پر محمول کرنا اولیٰ ہے، کیوں کہ فرمان رسالت مآب ﷺ ``إن اللہ یبعث``... سے یہ لازم نہیں آتا کہ رأس مأۃ پر ایک ہی شخص کی بعثت ہو، بلکہ کبھی ایک اور کبھی ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں، اس لیے کہ لفظ من واحد اور جمع دونوں کے لیے آتا ہے۔

(جامع الاصول فی احادیث الرسول، ج:11،ص:321،فصل اول، دار الکتب العلمیہ بیروت)

دوسرے مقام پر اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والأولى الحمل على العموم فإن لفظة من تقع على الواحد والجمع ولا تختص أيضا بالفقهاء فإن انتفاع الأمة بالفقهاء وإن كثيرا، فانتفاعهم بأولى الأمر وأصحاب الحديث والقراء والوعاظ والزهد أيضا كثير. إذ حفظ الدين وقوانين السياسة وبث العدل وظيفة أولى الأمر. وكذا القراء وأصحاب الحديث ينفعون بضبط التنزيل والأحاديث التي هي أصل الشرع وأدلته ``

ترجمہ: تجدید کو عموم پر محمول کرنا ہی اولی ہے، اس لیے کہ لفظ من واحد اور جمع دونوں کے لیے ہے، یہ بھی یاد رہے کہ تجدید دین فقہاء کرام کے ساتھ ہی خاص نہیں، اس لیے کہ امت اگر چہ ان حضرات سے زیادہ نفع اندوز ہوتی ہے، تاہم امرا، محدثین، قرا، واعظین اور پاکباز زاہدوں سے بھی منتفع ہوتی رہتی ہے؛ کیوں کہ دین اور سیاسی قانون کی حفاظت اور عدل وانصاف قائم کرنا اولوالامر کا کام ہے، قرا و محدثین حفظ قرآن اور حفظ احادیث جو دونوں شریعت کے اصول اور دلائل ہیں، کی خدمات انجام دے کر نفع بخش ثابت ہوتے ہیں۔

(جامع الأصول في أحاديث الرسول، ج:11، ص:312، دار الكتب العلمية بيروت)

ایسا ہی ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب توالی التأسیس میں تحریر کیا ہے۔

کیا مجدد کا آل رسول ہونا ضروری ہے:

امام احمد بن حنبل کے حوالے سے ایک روایت ہے، جو سابق میں گزری رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امت پر میری اہل بیت کے کسی فرد کے ذریعہ احسان فرمائے گا، اس کے متعلق شیخ جلال الدین سیوطی تاج الدین سبکی کے موقف کا رد کرتے ہوئے مرقات الصعود میں رقم طراز ہیں:

``إما حمل الحديث على عموم قريش كما قدمناه وإما حمله على ما هو أعم من كونه أهل البيت بالنسب أو بالولاء``

ترجمہ: یہاں اہل بیت سے مراد عام قریش ہے، جیسا کہ ہم نے سابق میں بیان کیا، یا عام اہل بیت مراد ہے خواہ نسبا ہو یا ولاء``

(مرقاة الصعود، ج:4، ص:7، كتاب الملاحم، دار الكتب العلمية بيروت)

شیخ جلال الدین سیوطی اپنی دوسری کتاب ``التنبئة`` میں مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إن كان المراد ما هو أخص من ذلك أحتاج إلى النظر فيه، وقد شرط بعضهم في القطب أن يكون شريفا حسينيا لكن الأرجح عدم اشتراط هذا بخصوصه وأنه يكتفي فيه بكونه من مطلق أهل البيت كالخلافة الظاهرة``

ترجمہ: اگر اہل بیت سے خاص اہل بیت مراد لی جائے تو یہ محل نظر ہے، اور بعض نے قطب میں بھی حسینی سید زادے ہونے کی شرط لگائی ہے، لیکن زیادہ راجح خصوصیت کی شرط نہ لگانا ہے، اور مطلق اہل بیت ہی مراد لینے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے، جیسا کہ خلافت ظاہر (کہ اس میں خصوصیت کی کوئی شرط نہیں)۔

(التنبئة بمن يبعثہ اللہ،ص:34،دار الثقة للنشر والتوزیع مکة مکرمة)

علی بن احمد عزیزی سراج منیر میں لکھتے ہیں:

``ولا یشترط فی المجدد أن یکون من أہل البیت عند الجمہور``

ترجمہ: مجدد ہونے کے لیے اہل بیت سے ہونا جمہور کے نزدیک شرط نہیں۔

(سراج منیر شرح جامع صغیر،ج:1،ص:382،مطبع خیریہ مصر)

امت سے مراد اجابت یا دعوت:

حدیث شریف میں امت سے مراد امت اجابت ہے،یعنی وہ لوگ جنھیں اسلام کی دعوت پہنچی اور انھوں نے دعوت قبول بھی کی یعنی مسلمان ہوئے،نہ کہ امت دعوت یعنی جنھیں دعوت اسلام ضرور دی گئی،لیکن وہ مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے۔

حضرت ملا علی قاری نے دونوں معنی بیان کیے ہیں،مگر امت اجابت کو امت دعوت پر جو مقدم کیا ہے،اس سے پتہ چلتا ہے کہ امت بمعنی امت اجابت ان کے نزدیک راجح ہے،چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

``لہذہ الأمة أی أمة الإجابة ویحتمل أمة الدعوة``

(مرقاۃ المفاتیح،ج:1،ص:461،کتاب العلم،دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالرؤف مناوی ``یجدد لہذہ الأمة`` کے تحت لکھتے ہیں:

``أی الجماعة المحمدیة وأصل الأمة الجماعة مفرد لفظا جمع معنی وقد یختص بالجماعة الذین بعث فیہم نبی وہم باعتبار البعثة فیہم ودعائہم إلی اللہ،یسمون أمة الدعوة،فإن آمنوا کلا أو بعضا سمی المؤمنون أمة إجابة وہم المراد ہنا بدلیل إضافة الدین إلیہم``

ترجمہ: یہاں امت سے مراد جماعت محمدیہ اور اصل امت ہے،جماعت لفظا مفرد اور معنی جمع ہے،اور امت کبھی اس جماعت کے ساتھ خاص ہوتی ہے،جن کی طرف کوئی پیغمبر بھیجا گیا،اور اس نے ان کو اللہ کی طرف بلایا،تو وہ اس بعثت ودعوت کے اعتبار سے امت دعوت کہلائے،پس اگر ان میں سے بعض یا سب ایمان لے آئے،تو ایمان لانے والے امت اجابت کہلائے،اور یہاں یہی (امت اجابت) مراد ہے،چونکہ دین کی اضافت امت کی طرف ہے۔

(فیض القدیر،ج:1،ص:14،دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث پاک کی مذکورہ تفصیلات سے مجدد کے بابت چند فوائد حاصل ہوئے:

(1) مجدد ہر صدی اختتام پر ظہور پذیر ہوتا ہے۔

(2) مجدد امت اجابت کی تائید وتوثیق کے لیے بھیجا جاتا ہے، نہ امت دعوت کی۔

(3) ایک صدی میں کئی مجدد ہو سکتے ہیں۔

(4) مجدد کا اہل بیت سے ہونا ضروری نہیں۔

(5) مجدد دین کے معاملات واضح کر کے دین کو قرار اور مضبوطی بخشتا ہے وغیرہ...

مجدد کی ضرورت:

جب عقیدہ وعمل میں فساد برپا ہوتا ہے، اور قوم فسق وفجور میں مبتلا ہو جاتی ہے، کفر وظلمت انگڑائیاں لینے لگتی ہے، اور بدعتوں کا عروج ہونے لگتا ہے، جس کے نتیجے میں کتاب وسنت پر عمل ترک اور دین کی شکل مسخ ہونے لگتی ہے، تو اس وقت مجدد کی ضرورت ہوتی ہے، جو حق کو باطل سے ممتاز کرے، اہل ضلالت وبدعت کی بیخ کنی کرے، مجدد کو اپنے اس کار منصبی کے لیے اللہ عزوجل کی تائید وحمایت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے مروی ہے کہ جب سے دنیا قائم ہے، ہمیشہ ہر صدی کے اختتام پر کوئی نہ کوئی سنگین معاملہ رونما ہوتا ہے، اس حدیث سے مجھے (سیوطی) یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ہر صدی کا اختتام اپنے جلو میں کوئی نہ کوئی سخت آزمائش لیے نمودار ہوتا ہے، جس سے نمٹنے کے لیے اللہ تعالی کوئی عظیم عطیہ عنایت فرماتا ہے، یہ عظیم عطیہ وہی مجدد ہوتا ہے، کسے خداوند قدوس اپنے مذہب کی تجدید واحیا کے لیے مبعوث فرماتا ہے، یہ مجدد بندگان خدا کے لیے رحمت الٰہی بن کر جلوہ گر ہوتا ہے، اور صدی کی سنگین آزمائشوں کی وجہ سے دین میں در آئی خرابی اور نقصان کی تلافی کرتا ہے"

(التنبئۃ بمن یبعثہ اللہ تعالی، ص:68,69، دار الثقۃ للنشر والتوزیع مکۃ مکرمۃ)

اس کے بعد سیوطی علیہ الرحمہ نے ہر صدی میں مجدد کی ضرورت پر بحث فرمائی، جسے یہاں طوالت کے باعث ترک کیا جاتا ہے۔

شیخ ابراہیم کتانی تحریر کرتے ہیں:

"ویقتضی ہذا التجدید صلاحیۃ الاسلام لکل زمان ومکان وقیومیتہ بحل جمیع المشاکل الصغریٰ والکبریٰ فی جمیع المجالات"

ترجمہ: ہر زمان ومکان میں اسلام کو قوت دینا اور تمام گوشوں میں چھوٹی بڑی مشکلوں کو حل کر کے اسلام کو قائم کرنا ہی تجدید کا مقصد ہے۔

(الاجتہاد والمجتہدون بالأندلس، ص:4، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

مجدد کی شان تجدید اور مقبولیت:

مجدد کی چند علامات ہیں، جن کے دائرے میں مجدد کے مقام اور اس کی مقبولیت کا پتہ لگانا آسان ہوگا۔

(1) مجدد مختلف علوم وفنون کا جامع ہوتا ہے، علوم ظاہرہ وباطنہ دونوں مجدد میں موجود ہوتے ہیں۔

(2) مجدد سنن وشرائع دین کی خوب اشاعت کرتا ہے، بدعت وضلالت کے خلاف محاذ جاری رکھتا ہے، اس صفت کو محدثین نے خاص طور پر بیان کیا ہے۔

(3) مجدد اس قدر مشہور ہو کہ اس کے ہمعصر علما وفضلا بھی اس کے علمی مقام کے معترف ہوں۔

(4) مجدد سے اخذ واستفادہ عام ہو اور اس کی ہر بات پر اثر ہو۔

(5) مجدد اختتام صدی پر باحیات ہو، اور اس وقت اس کی شہرت ہر جانب ہو۔

(6) مجدد وسیع النظر، عالی ہمت اور بلند ذہنیت کا مالک ہو کہ مسائل ومشاکل کو بآسانی حل کر سکے، اور صحیح کو غلط سے ممتاز کرنے کی قوت رکھے۔

مذکورہ علامات پر دلائل درج ذیل ہیں:

علامہ مناوی لکھتے ہیں:

''ولا یکون إلا عالما بالعلوم الدینیۃ الظاہرۃ والباطنۃ''

ترجمہ: مجدد علوم دینیہ ظاہرہ وباطنہ کا عالم ہوتا ہے۔

(فیض القدیر، ج:1، ص:357، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں:

یبین السنۃ من البدعۃ ویکثر العلم ویعز أہلہ ویقمع البدعۃ ویکسر أہلہا''

ترجمہ: مجدد وہ ہے جو سنت کو بدعت سے ممتاز کرے، اور علم کی اشاعت کرے، اہل علم کو قوت دے، بدعت اور اہل بدعت کی بیخ کنی کرے۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج:1، ص:461، کتاب العلم، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

لکن الذی ینبغی أن یکون المبعوث علیٰ رأس المأۃ رجلا مشہورا معروفا مشارا إلیہ فی کل فن من ہذہ الفنون''

ترجمہ: لیکن مناسب ہے کہ اختتام صدی پر بھیجا گیا فرد مشہور ومعروف ہو، اس کے علوم وفنون کے چرچے ہوں۔

(جامع الأصول فی أحادیث الرسول، ج:11، ص:321، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جلال الدین سیوطی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

واعلم أن تعیین المجدد إنما ہو لغلبۃ الظن فمن عاصرہ من العلماء بقرائن أحوالہ والإنتفاع بعلمہ ولا یکون المجدد إلا عالما بالعلوم الدینیۃ الظاہرۃ والباطنۃ ناصر السنۃ قامعا البدعۃ... وکذلک لابد فی المبعوث علی رأس المائۃ أن یکون نفعہ عاما إما مطلقا فی الأرض أو فیہ نوع عموم``

ترجمہ: اور جان لے کہ مجدد کی تعیین غلبۂ ظن سے ہوگا، یا اس کے معاصر علما کے اعتراف سے، اور مجدد علوم دینیہ ظاہری و باطنی کا عالم، سنتوں کا حامی و ناصر اور بدعتوں کا استیصال کرنے والا ہوتا ہے اور اسی طرح جو شخص صدی کے آخر میں بھیجا گیا، ضروری ہے کہ اس کا استفادہ عام ہو، خواہ مطلق زمین میں یا اس میں کوئی عام قسم ہو۔

(التنبئۃ بمن یبعثہ اللہ، ص:62، 69، ملتقطا، دار الثقۃ للنشر والتوزیع مکۃ مکرمۃ)

علامہ مناوی لکھتے ہیں:

``لہ ملکۃ رد المتشابہات إلی المحکمات وقدرۃ إستنباط الحقایق والدقایق النظریات من نصوص الفرقان وإشاراتہ ودلالاتہ من قلب حاضر وفؤاد یقظان``

ترجمہ: مجدد کے پاس متشابہات کو محکمات کی طرف لوٹانے کا ملکہ ہو، اور اسے قدرت حاصل ہو کہ باریک حقائق ونظریات کو قرآن کے نصوص، اشارات اور دلالتوں سے استنباط کر سکے، اور وہ حاضر قلبی اور بیدار مغزی سے آراستہ ہو۔

(فیض القدیر، ج:1، ص:14، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مذکورہ وضاحت سے معلوم ہوا کہ مجدد کا مقام اور اس کی شان تجدید نہایت بلند ہے، وہ ماہر علوم وفنون ہوتا ہے، وہ اختتام صدی کے وقت چہار سمت شہرت پذیر ہوتا ہے، اس کا استفادہ عام اور جاری رہتا ہے، معاصرین اس کے علم وفضل کے شاہد ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال ہوتی ہے۔

مجدد کی مخالفت:

مجدد اعلان حق کرتا ہے، بدعت و ضلالت کے خلاف معرکہ جاری رکھتا ہے، اسی لیے جہاں مجددین کے معاونین و مؤیدین ہوتے ہیں، وہیں معاندین بھی بکثرت پائے جاتے ہیں، لیکن مجدد کو اللہ تعالیٰ پر توکل ہوتا ہے، اور اسے نصرت الٰہی حاصل ہوتی ہے، اسی لیے مجدد مخالفین کے شر سے محفوظ رہتا ہے، کوئی ایٹمی طاقت اس کو تکلیف پہنچا نہیں پاتی۔

ارشاد ربانی ہے:

''وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین وکفی بربک ہادیا ونصیرا''

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے بنایا ہر نبی کا کوئی دشمن مجرموں میں سے اور تیرا رب ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے۔

(فرقان:31)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''لایزال من اُمتی اُمۃ قائمۃ بأمر اللہ، لایضرہم من خذلہم ولا من خالفہم حتی یأتیہم أمر اللہ وہم علی ذلک''

یعنی میری امت میں سے ایک قوم احکام الٰہی پر قائم رہے گی، ان کے مخالفین اور بدخواہ ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ امر الٰہی یعنی قیامت آجائے گی، اور وہ اسی پر ہوں گے۔

(صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی ''لاتزال اُمتی''... مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

''ونظیر مانبہ علیہ ما حمل علیہ بعض الأیمۃ حدیث ''إن اللہ یبعث لہذہ الأمۃ''...

ترجمہ: بعض محدثین نے حدیث مذکور کو بطور نظیر ''إن اللہ یبعث لہذہ الأمۃ.. پر محمول کیا ہے۔

(فتح الباری، ج:17، ص:203، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی لاتزال امتی..، دار طیبۃ للنشر والتوزیع الریاض)

گزشتہ مجددین کا مختصر تعارف:

کوئی صدی اولوالعزم مجددین سے خالی نہیں رہی، ہر صدی میں اللہ تعالیٰ نے مجددین کو بھیج کر امت محمدیہ پر احسان فرمایا، جب ہم فہرست مجددین کو دیکھتے ہیں، تو فقہ، حدیث، تفسیر، سیاست، جہاد اور تصوف وسلوک وغیرہ جملہ شعبہ جات میں ہر صدی کے اندر کئی مجدد باصرہ نواز ہوتے ہیں، ہم تبرکا درج ذیل چند مجددین کے مختصر حالات ذکر کرتے ہیں۔

پہلی صدی:

حضرت عمر بن عبدالعزیز (61ھ---101ھ)

آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی امیہ سے تھا، بنی امیہ کو قریش میں امتیازی شان وعظمت حاصل تھی، آپ ان عبقری شخصیات میں سے ہیں، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے شریعت مصطفوی کی تجدید فرمائی۔

ولادت: آپ مقام حلوان 61ھ میں پیدا ہوئے، مقام حلوان مصر کے نواح ومضافات میں سے ہے۔

(تاریخ الخلفا، ص:183، تجار الکتب جا بلی ممبئی)

سلسلۂ نسب: عمر بن عبد العزیز بن مروان بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔

مدت خلافت: سلیمان کی موت کے بعد ان کے وصیت نامے کے مطابق آپ کو خلیفہ بنایا گیا، سوائے ہشام بن عبد الملک کے کسی نے آپ کی بیعت لینے سے انکار نہ کیا، آپ کی مدت خلافت 2/ سال پانچ مہینے رہی۔

(طبقات ابن سعد، ج:5، ص:260، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وصال پر ملال: آپ کی حقانیت اور انصاف پسندی سے بنی امیہ کے ثور ما اور حکام غیض وغضب میں رہتے تھے، چناں چہ انھیں نے ایک مرتبہ آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا، اور یہی زہر آنحضرت کی موت کا باعث بنا، 20/ دن بیمار رہ کر 25/ رجب 101ھ بروز چہار شنبہ 39/ سال دو ماہ کی عمر میں دار فانی سے کوچ کر گیے، دیر سمعان میں سپرد خاک ہوئے۔

(تاریخ الخلفا، ص:197، تجار الکتب ممبئی)

اس صدی میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے علاوہ درج ذیل حضرات بھی مجددین کی فہرست میں شمار ہوتے ہیں:

(1) حضرت ابو سعید حسن بن یسار بصری (21ھ--110ھ)

(2) حضرت ابو بکر محمد عطا بن ابی رباح (27ھ--114ھ)

(3) حضرت ابو معبد عبد اللہ بن کثیر مکی (45ھ--120)

(4) حضرت عامر بن شراحیل شعبی (17ھ--104ھ) وغیرہ

دوسری صدی:

حضرت امام علی رضا بن موسیٰ کاظم (153ھ--203ھ)

آپ اسلام کی نابغہ روزگار شخصیات میں سے ایک ہیں، اہل بیت نبوت اور منبع فیض و برکت دونوں آپ کی خاص صفات ہیں۔

نام والقاب: آپ کا نام گرامی علی اور القاب صابر ضامن اور رضا وغیرہ ہیں۔

ولادت: آپ مدینہ شریف میں بروز پنجشنبہ 11/ ربیع الآخر 153ھ میں پیدا ہوئے، آپ کی ولادت مبارک منصور عباسی کے عہد خلافت میں ہوئی۔

وفات: 21/ رمضان المبارک 203ھ بروز جمعہ 55/ سال کی عمر میں آپ نے وصال فرمایا، طوس کی ایک بستی سناباد میں آپ کا مزار مرجع عوام وخواص بنا ہوا ہے۔

(شواہد النبوت، ص:139)

دوسری صدی میں درج ذیل حضرات مجددین کی فہرست میں شامل ہیں:

(1) حضرت امام محمد بن ادریس شافعی (150ھ--204ھ)

(2) حضرت یحییٰ بن معین (158ھ--233ھ)

(3) حضرت معروف بن فیروز کرخی (156ھ--204ھ)

(4) حضرت امام احمد بن حنبل (164ھ--241ھ) وغیرہ۔

تیسری صدی:

حضرت امام ابوجعفر طحاوی (239ھ--321)

نام ونسب: آپ کا اسم گرامی احمد، کنیت ابوجعفر اور لقب حافظ الحدیث اور امام ہے، نسب نامہ یہ ہے: ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن عبد الملک بن سلمہ بن

سلیم بن خباب ازدی۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج:3، ص:21، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت 10 / ربیع الاول ہفتہ کی شب میں ہوئی، باختلاف اقوال آپ کا سن ولادت 239ھ ہے۔

(کشف الاستار للامجدی، ج:1، ص:416، دار احیاء التراث العربی بیروت)

تحصیل علم: امام طحاوی نے تعلیم کا آغاز اپنے والدین کریمین سے کیا، اور ان کی صحبت میں رہ کر علم وادب کا وافر حصہ حاصل کیا، پھر اپنے ماموں ابوابراہیم مزنی کے حلقۂ درس میں فقہ شافعی پڑھتے رہے، لیکن فقہ شافعی کی جانب آپ کی طبیعت مائل نہ ہوئی، اور فقہ حنفی کو منتخب کیا، فقہ حنفی میں آپ کے استاذ ابوجعفر بن ابی عمران موسی بن عیسی حنفی ہیں۔

(تذکرۃ المحدثین، ص:154، ارشد برادرس دہلی)

تصانیف: آپ نے بے شمار علمی آثار چھوڑے، جن میں شرح معانی الآثار اور عقیدۃ الطحاوی کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی، آپ کی چند تصنیفات کے اسما درج ذیل ہیں:

(1) احکام القرآن، (2) مشکل الآثار (3) اختلاف العلماء، (4) کتاب الشروط (5) شرح الجامع الصغیر (6) حکم ارض

مکہ (7) کتاب النوادر والحکایات (8) تسویہ بین اخبرنا وحدثنا وغیرہ۔

وفات: آپ نے یکم ذی قعدہ 321ھ کو وصال فرمایا، مصر میں واقع مقام قرافہ میں مزار امام شافعی سے متصل مدفون ہیں۔

(محدثین عظام حیات وخدمات، ص:405، کمال بکڈ پو گھوسی)

تیسری صدی کی بقیہ مجددین درج ذیل ہیں:

(1) ابن جریر طبری (224ھ--310ھ)

(2) امام نسائی (215ھ--303ھ)

(3) امام ابو العباس بن عید شافعی (240ھ--302)

(4) امام ابو الحسن اشعری (260ھ--324ھ) وغیرہ۔

چوتھی صدی:

حضرت ابو العباس احمد بن مقتدر قادر باللہ (336ھ--426)

نام ولقب: آپ کا اسم گرامی احمد، کنیت ابو العباس اور لقب قادر باللہ ہے۔

ولادت: 336ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی، اپ کی والدہ کا اسم گرامی دمنہ اور والد گرامی کا نام مقتدر باللہ ہے۔

تخت نشینی: آپ ایک شاہی گھرانے میں پیدا ہوی ء تھے، اسی لیے آپ کی تعلیم و تربیت بھی عمدہ انداز میں ہوئی، آپ کو علم فقہ میں بڑی مہارت حاصل تھی، اراکین سلطنت نے آپ کو 381ھ میں مسند خلافت پر بٹھایا، مسند نشینی کے وقت آپ کی عمر 45/ برس تھی۔

وفات: آپ قدس سرہ نے 11 / ذی الحجہ 442ھ دوشنبہ کی شب میں وصال فرمایا، اس وقت آپ کی عمر شریف 87/ سال تھی، مدت خلافت 41/ سال ہے۔

(ماخوذ از تاریخ الخلفا)

اس صدی کے چند مجددین کی فہرست درج ذیل ہے:

(1) حضرت قاضی ابو بکر باقلانی (338ھ--403ھ)

(2) حضرت احمد اسفرائنی (344ھ--406ھ) وغیرہ۔

پانچویں صدی:

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی (450ھ--505ھ)

ولادت: آپ کی ولادت 450ھ میں خراسان کے ایک ضلع طوس کے علاقہ طابران میں ہوئی، آپ کے والد غزال یعنی پنبہ فروش تھے، اسی مناسبت سے آپ غزالی مشہور ہوئے۔

نام والقاب: آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد بن محمد بن احمد، کنیت ابوحامد اور القاب حجۃ الاسلام محی الدین، مجدد قرن خامس وغیرہ ہیں۔

قلمی جواہر پارے: آپ کی بے شمار تصانیف ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(1) یاقوت التاویل]40/ جلدیں[(2) جواہر القرآن، (3) احیاء العلوم (4) کیمیاے سعادت (5) مکاشفۃ القلوب (6) منہاج العابدین (7) مشکاۃ الابرار (7) المستصفی فی اصول الفقہ (8) المنقذ من الضلال وغیرہ۔

وصال اور مزار مبارک: دوشنبہ 14 / جمادی الآخرہ 505ھ کو وصال فرمایا، آپ کا مزار شریف ایران کے ایک مقام طوس میں مرجع خلائق ہے۔

اس دور میں چند عبقری شخصیات مجدد بن کر ابھریں، جن کے اسما درج ذیل ہیں:

(1) حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی (470ھ--561ھ)

(2) حضرت ابو محمد حسین بغوی فرا (433ھ--516ھ)

(3) خلیفہ مستظہر باللہ (470ھ--512ھ)

غرض کہ ہر صدی کے اختتام پر کچھ شخصیات ایسی باصرہ نواز ہوتی ہیں، جن کے ذریعہ دین کا احیا ہوا، اور انھوں نے باطل طاقتوں کے خلاف آوازیں بلند رکھیں، اور دین کی حفاظت پر پہرہ دیا، ہر صدی میں مجددین کی معرفت ان کے کارناموں سے ہوئی، بعض نے یہ کارنامے قلمی اعتبار سے سرانجام دیے، اور بعض کے تجدیدی کارنامے عصری حکمتوں پر مبنی تھے، البتہ یہ حقیقت ہے کہ مجددین کا شمار تخمینے پر مبنی ہیں، کسی صدی کی مرتب کردہ فہرست مجددین حرف آخر نہیں۔

کچھ ایسے مجددین بھی دنیاے گیتی پر ظہور پذیر ہوئے، جو شرائط تجدید کے بھی جامع تھے، نیز ان کے تجدیدی کارناموں کی شہرت ان کے حین حیات ہی ہوگئی تھی، مثلاً: چھٹی صدی ہجری میں حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نویں صدی ہجری میں شیخ جلال الدین سیوطی، دسویں صدی ہجری میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری حنفی، گیارھویں صدی ہجری میں حضرت شیخ مجدد الف

ثانی احمد سرہندی، بارھویں صدی ہجری میں حضرت بحر العلوم عبد العلی فرنگی محلی اور حضرت سید محمد مرتضی زبیدی بلگرامی، تیرھویں صدی ہجری میں حضرت یوسف بن اسماعیل نبھانی، چودھویں صدی ہجری میں شیخ العرب عبد الحی کتانی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

واضح رہے کہ ہر صدی میں اللہ تعالیٰ کے چند ایسے منتخب بندے بھی رہے، جو شرائط تجدید کے جامع نہیں تھے، اور نہ انھیں فہرست مجددین میں شامل کیا گیا، لیکن وہ مجددین سے کئی گونا اولیت رکھتے ہیں، چنانچہ شیخ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ مرقاۃ الصعود میں لکھتے ہیں:

''ثم قد یکون فی أثناء المائۃ من ھو أفضل من المجدد علی رأسھا کذا رأیتہ لبعض المتأخرین''

ترجمہ: دوران صدی کوئی ایسا شخص بھی ہوتا ہے، جو اختتام صدی پر مجدد سے بھی افضل ہوتا ہے، جیسا کہ بعض متأخرین کی کتابوں میں اس کی صراحت دیکھی ہے۔

(مرقاۃ الصعود، ج:4،ص:12، کتاب الملاحم، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سطور بالا سے واضح ہوا کہ ہر صدی میں انگنت مجددین ہوئے، جن کا استقصا یہاں طوالت سے خالی نہ ہوگا، لیکن دوران صدی بعضے ایسے افراد بھی روے زمین پر موجود رہے، جو مجددین سے بھی افضل اور برتر تھے، اگر چہ انھیں مجددین میں شامل نہیں کیا گیا۔

محمد ہاشم علی بدیعی مصباحی /24 رجب المرجب 1443ھ بروز ہفتہ

قدوۃ السالکین عالم ربانی

قطب عالم الحاج سید کلب علی علیہ الرحمۃ والرضوان

کے عظیم الشان عرس کی تقریبات

مورخہ 22 23 ستمبر 2022ء پر

''عرس ابو الوقار'' علیہ الرحمۃ والرضوان کی

ادارہ رہبر نور عالم اسلام کو مبارک باد پیش کرتا ہے

کتاب الوقف (82)

امام باڑہ اور امام چوک اوقاف میں سے ہے/امام باڑہ توڑ کر مسجد میں شامل کرنا خلاف شریعت اور توہین حسینیت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے گاؤں میں قدیم مسجد تھی مسجد کے سامنے امام چوک واقع تھا جس پر برسوں سے تعز شریف رکھاجاتا تھا ،اراکین کمیٹی نے مسجد کی جدید تعمیروتوسیع کی اور امام چوک کو کھود کر اس پر وضو خانہ بنادیا بہت سے مصلی اس بات سے ناراض ہوئے اور وہ اپنے گھر سے وضوکرکے آتے ہیں کیا امام چوک کے ساتھ اس طرح کی بے ادبی جائز ہے ،کیا عندالشرع ایساکرنا درست ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: عبدالحفیظ مداری نرولی تحصیل چندوسی ضلع سنبھل

الجواب بعون الملک البدیع الوھاب

صورت مستفسرہ میں واضح بیان ہوا کہ گاؤں میں قدیم مسجد تھی، مسجد کے سامنے امام چوک واقع تھا،اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب سے مسجد ہے،اسی دور سے امام چوک بنا ہوا ہے اور بالتسلسل آج تک وہاں تعزیہ شریف رکھا جاتا ہے،ذکر و اذکار، میلاد شریف،فاتحہ خوانی اور ذکر شہداے کرام پورے اہتمام سے کے ساتھ کیا جاتا ہے،جو کہ باعث اجر و ثواب ہے،اور تقرب الی اللہ کا بہترین ذریعہ ہ،یہی طریقۂ کار قدیم مشائخ طریقت کا رہا ہے۔

تعزیہ داری جیسے مستحسن و محمود امر کے جواز پر اکثر خانقاہیں متفق ہیں،تو جس طرح مسجد اوقاف کے حکم میں ہے،اگر چہ اس کا وقف ہونا معلوم نہ ہو،اسی طرح امام چوک بھی ضمناً و تبعاً وقف کے تحت داخل ہوگا،چوں کہ وقف کی متعدد اقسام ہیں جیسا کہ در مختار میں ہے:

"(الوقف)على ثلاثة أوجه (إما للفقراء أو للأغنياء ثم للفقراء أو يستوي فيه الفريقان كرباط و خان و مقابر و سقايات وقناطر ونحوذلك) كمساجد و طواحين وطست لإحتياج الكل فذلك"

[درمختار مع تنویرالابصار، ج:6، ص:603، کتاب الوقف/ مطلب الوقف فی مرض الموت، دارعالم الکتب ریاض]

ترجمہ: وقف تین طرح کا ہوتا ہے، فقرا کے لیے یا پہلے اغنیا کے لیے پھر فقرا کے لیے، یا دونوں کے لیے مساوی، جیسے سرائے، تکیہ، قبرستان، سبیلیں اور خیمے وغیرہ، اسی طرح مساجد چکیاں اور برتن کیوں کہ یہ تمام لوگوں کی ضرورت سے ہیں۔

عبارت مذکورہ بالا میں "لإحتیاج الکل" سے مصنف نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ شئ متعینہ موقوفہ مخصوصہ سے لوگوں کی حاجات و ضروریات وابستہ ہوں، امام چوک بھی وہ مہتم بالشان جگہ ہے، جہاں تشہیر حسینیت کی غرض سے تعزیہ شریف رکھا جاتا ہے، فی زماننا حسینیت کی تشہیر فارق بین الحق و الباطل ہے، تو امتیاز حق سے بڑ کر بھی بھلا مومنین کے لیے کوئی دوسری حاجت ہو سکتی ہے؟ حاشا و کلا! اب رہا یہ کہ امام چوک کسی فرد واحد کی ملکیت نہیں تھی، تو یہ وقف کیسے ہوگئی؟ واضح ہو کہ فقہ میں ایک کلیہ بیان کیا گیا ہے:

"شئ موقوفہ کے لیے ضروری نہیں کہ زبان سے کہ کہ میں نے سے وقف کیا"

کما صرح فی الفتاوی الھندیہ:

"لا يحتاج فى جعله مسجدا إلى قوله وقفته و نحوه لأن الحرف جاريا لإذن فى الصلاة على وجه العموم و التخلية بكونه وقفا على هذا الجهة فكانت كالتعبير به" **[الفتاوی الہندیۃ، کتاب الوقف/ الباب الحادی عشر]**

ترجمہ: مسجد ہونے کو کچھ ضروری نہیں کہ زبان سے کہے کہ میں اسے وقف کیا اور کوئی لفظ اس کے مثل کہنے کی کچھ حاجت نہیں کہ عرف عام جاری ہے کہ نماز کی عام اجازت دے کر زمین اپنے قبضہ سے جدا کر دینا نماز کے لیے وقف ہی کردیتا ہے، تو یہ ایسا ہی ہے جیسے زبان سے کہنا کہ میں نے اسے مسجد کیا۔

تو جس طرح مسجد کے وقف ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ زبان سے کہا جائے، اسی طرح امام چوک کے لیے بھی یہ ضروری نہیں کہ زبان سے کہا جائے کہ ہم نے اس جگہ کو امام چوک

کے لیے وقف کیا،لہذا جب کہ قدیم زمانہ سے امام چوک مخصوص و معین ہے،تو اسے کھود کر مسجد میں شامل کرنا غصب کرنے کے مترادف اور شریعت پر ایک جرات مندانہ اقدام ہے،،جو قطعا باطل و نا محمود ہے،اور یہ حسینی مشن پر محلہ کرنا ہے،یزیدیت کو بڑھاوا دینا ہے،ایسی حرکات شنیعہ نہیں کر سکتا مگر کوئی یزیدی اور عدو رسول و آل رسول۔ فنعوذ باللہ من ذلک۔

اب جب کہ ثابت ہو چکا کہ امام چوک بھی اراضیٔ موقوفہ میں داخل ہے،تو اسے کھودنا،بے حرمتی کرنا صریح ظلم ہے،جس سے ہر مسلمان کو اجتناب لازم۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"لا يجوز تغيير الوقف عن هيأته فلا يجعل الدار بستانا و لا الخان حماما و لا الرباط دكانا" **[الفتاوی الهندية،ج:۲،ص:٤٤١،كتاب الوقف/الباب الرابع عشر فی المتفرقات،دار الكتب العلمية بيروت]**

ترجمہ:وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں،لہذا مکان باغ،سرائے حمام اور اصطبل کو دکان نہیں بنایا جاسکتا۔

فتح القدیر میں ہے:

"الواجب إبقاء الوقف على ما كان دون زيادة أخرى و لأنه لا موجب لتجويزه" **[فتح القدير،ج:6،ص:212،كتاب الوقف،دار الكتب العلمية بيروت]**

ترجمہ:وقف کو اپنی اصلی حالت پر رکھنا ضروری ہے،اس میں کوئی زیادتی نہ کی جائے،کیوں کہ اس کے جواز کا کوئی موجب،نہیں۔

اس کلیہ کے تحت یہ بھی ہے کہ امام چوک توڑنا تو دور کی بات اسے رہن بھی نہیں رکھ سکتا۔

تنویر الابصار میں ہے:

"فإذا تم و لزم لا يملك و لا يُملك و لا يعار و لا يرهن"

ترجمہ:جب وقف تام اور لازم ہو جائے تو کوئی نہ اس کا مالک ہے نہ کسی کو مالک بنایا جا سکتا،نہ عاریۃً دیا جائے،اور نہ رہن رکھا جائے۔

[تنوير الابصار،ج:٦،ص:٥٣٩،كتاب الوقف/مطلب فی الكلام علی اشتراط التأبيد،دار الكتب العلمية بيروت]

مذکورہ بالا تصریحات فقہائے کرام سے ثابت ہوا کہ امام چوک بھی ضمناً وقف کے حکم میں داخل ہے،تو اس پر بھی وہی احکام جاری ہوں گے،جو دیگر اوقاف کے ہیں،بعد تخصیص شئ موقوف کمیٹی کا تصرف اس میں قطعاً ناجائز و حرام ہے،البتہ اگر برضائے جمیع اہل قریہ ضرورتاً مسجد میں شامل کیا جاتا تو کسی حد تک گنجائش تھی،لہذا اہل بستی کو لازم ہے کہ فوراً کمیٹی کو برخاست کریں اور تعذر کے پیش نظر کوئی جگہ خرید کر پھر سے دوبارہ امام چوک قائم کریں تاکہ حسینیت کی شان پہچان قائم ہو سکے اور اسلام کی شان دوبالا ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبــــــــــــــــــــــــہ:

فقیر مداری محمد خوشنود خان عفی عنہ

صدرالمدرسین مدرسہ مدارالعلوم وونده پور بریلی وناظم اعلیٰ دارالافتامداریہ

24/رمضان المبارک 1443ھ

بہ تصحیح:

مفتی ندیم مصباحی مداری غفر لہ

مفتی شاہد خان مرغوبی غفر لہ

مفتی اکبر خان مداری غفر لہ

دار الافتا مداریہ گروپ کا ٹیلی گرام لنک

TELEGRAM LINK OF Darul ifta madariya:

http://t.me/daruiftamadariya786

رابطہ نمبر:

9627345689

QUARTERLY URDU

RAHBARE NOOR

MAKANPUR SHARIF, KANPUR
R.N.I.No. UPURD/054331/1347785/2019
L-POST REGISTRATION
"RAHBARE NOOR" K.P.(M.) /007/2021-23
MAKANPUR SHARIF, KANPUR, INDIA
PINCODE-209202

مولائے کائنات علی مرتضی علیہ السلام کے سچے عاشق اور شیدائی

حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۲ ذی الحجہ ۶۰ھ

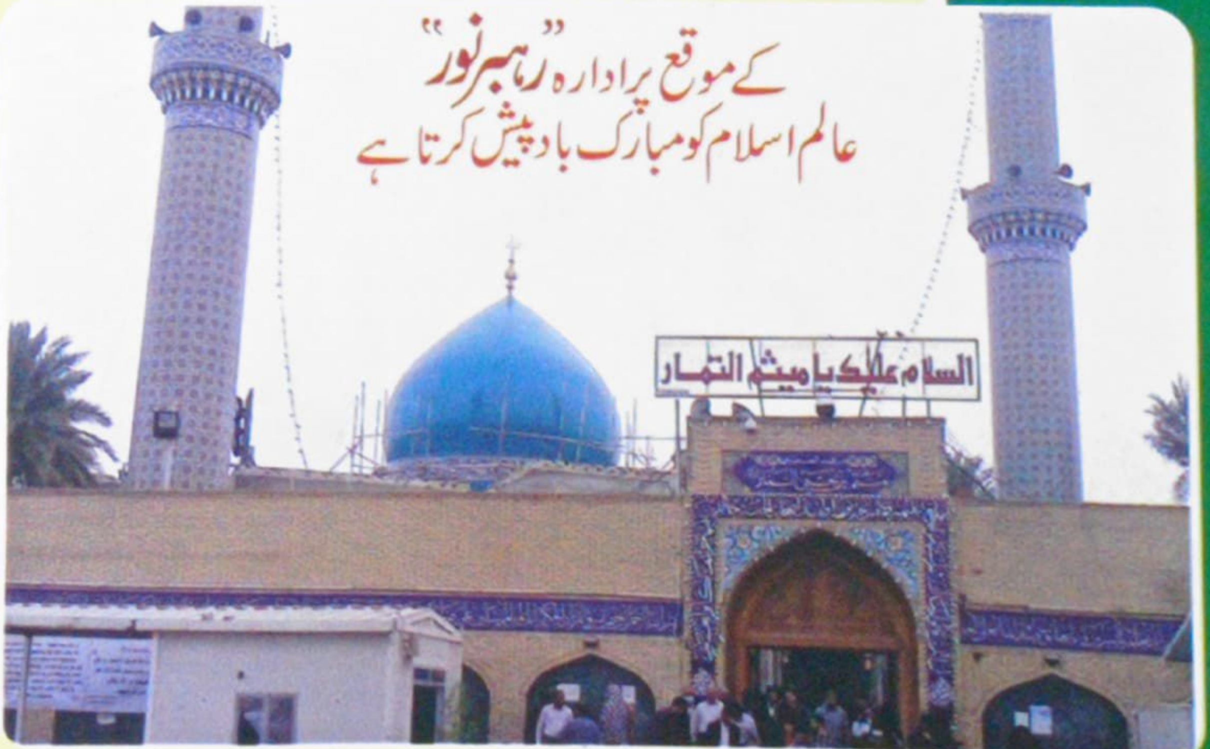

CHIEF EDITOR
ABUL MASHARAB
SYED MUQTIDA HUSAIN JAFRI
H.O.: P.O. Makanpur Sharif, Kanpur Nagar,
India- 209202
Please Contact us: 995667119, 8737967832
6394344966, 9760422993, 8840701867

Al-Madaar Offset Kanpur
Mob.: 8795601301, 9616584408

This PDF Download from Madaarimedia.Com